کیرم سے رشتہ
عارف نقوی

کیرم سے رشتہ

یادوں کے سہارے

عارف نقوی

کیرم سے رشتہ

یادوں کے سہارے

عارف نقوی

صدر انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن (مارچ 2005 تا دسمبر 2014)

عرشیہ پبلی کیشنز دہلی ۹۵

نام کتاب : کیرم سے رشتہ-یادوں کے سہارے

مصنف : عارف نقوی

مطبع : کلاسک آرٹ پریس، دہلی

سرورق : اظہار احمد ندیم

ناشر : عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی

Carrom Se Rishta - Yadoon Ke Saharey
by: **Arif Naqvi**
1st Edition 2014
Price: Rs. **200/-**

ملنے کے پتے

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی-6
- کتب خانہ انجمن ترقی، جامع مسجد، دہلی 011-23276526
- رائی بک ڈپو، 734، اولڈ کٹرہ، الہ آباد۔ 09889742811
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
- بک امپوریم، اُردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ-4
- کتاب دار، ممبئی۔ 022-23411854
- ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، حیدرآباد
- مرزا ورلڈ بک، اورنگ آباد۔
- عثمانیہ بک ڈپو، کولکاتہ

arshia publications
A-170, Ground Floor-3, Surya Apartment, Dilshad Colony, Delhi - 110095 (INDIA)
Mob:9971775969,9899706640 Email: arshiapublicationspvt@gmail.com

اشوک شرما، کرشن شرما، رز کریم اور ناصر علی خاں کے نام
جنھوں نے آخری سانس تک کیرم کے فروغ کے لئے کام کیا
اور ان تمام دوستوں کے نام
جو کیرم کے فروغ کے لئے خلوصِ دل سے منہمک ہیں

— عارف نقوی

فہرست

عرضِ مصنف	عارف نقوی (صدر انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن)	9
ادب اور کیرم		12
پیچ و خم		18
پہلا عالمی رابطہ		23
عالمی کیرم فیڈریشن		29
پہلوانوں کے بیچ بالشتیہ		31
تعاون کی بہترین مثال		38
یوروپین کیرم کنفیڈریشن کا تصور		42
پہلی عالمی کیرم چیمپین شپ		44
دو جرمن فیڈریشنوں کا الحاق		49
برطانیہ میں پہلا انٹرنیشنل ٹورنامنٹ		50
دوسرا آئی سی ایف کپ اور امپائروں کا امتحان		52
انڈو۔ جرمن کیرم ٹسٹ کا آغاز		55
یو ایس او پین		63
انڈو۔ جرمن کیرم ٹسٹ کا تیسرا دور		65
یوروپین کیرم کنفیڈریشن کا قیام		69
تیسرا آئی سی ایف کپ اور کانگریس		71
دوسرا یورو کپ اور پہلی یوروپین چیمپین شپ		74
یادوں کے نہاں خانے سے		79

آئی سی ایف کی دسویں سالگرہ	88
جرمنی۔ مالدیپ کیرم ٹسٹ	90
نئے خون کی تلاش	91
بلیرڈ اور کیرم	92
ملیشیا اوپین	93
پاکستان میں کیرم	96
تیسری عالمی چیمپین شپ	98
جرمن کیرم فیڈریشن میں نیا خون	100
کیرم ڈرامہ	101
فلم فیسٹیول کے ڈائس پر کیرم	104
کیرم امریکہ میں	106
اولمپک گاؤں میں کیرم	107
عالمی کیرم کو صدمہ	109
انڈو۔ جرمن کیرم ٹسٹ کا چوتھا سلسلہ	111
سری لنکا میں آئی سی ایف کپ	118
تیسرا عالمی کپ	125
کیرم ہندوستان کی لوک سبھا میں	131
ہائے ویزا	133
جرمن کیرم فیڈریشن کی ۲۵ ویں سالگرہ	137
کیرم گیت	144
وارسا میں یورو کپ	148
چھٹی عالمی چیمپین شپ	151
انٹرنیشنل کیرم ٹورنامنٹ (فہرست)	155

عرضِ مصنف

کیرم کے کھیل کے آغاز کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں۔کوئی اس کا رشتہ چین سے جوڑتا ہے۔ کوئی مصر اور دوسرے عرب ممالک سے۔ کوئی کہیں سے۔بدقسمتی سے آج تک کسی نے سنجیدگی سے اس پر ریسرچ نہیں کی۔نا ہی کسی یونیورسٹی کو یہ خیال آیا کہ کیرم کا کوئی اسکالر پیدا کر سکے۔ کچھ ہو میں تو اپنے ذہن کو یہ سوچ کر تسکین دے لیتا ہوں کہ کیرم کا پس منظر ہمارے برصغیر کے قدیم بورڈ کے کھیل رہے ہیں۔اور اس پس منظر میں جب بلیرڈ کا کھیل یہاں آیا اور وہ صرف جیم خانوں کی زینت بن کر رہ گیا اور راجاؤں، نوابوں اور بڑے بڑے افسروں کی دلجوئی کا سامان بنا رہا، تو اس وقت عام انسانی دماغ نے پرانے پس منظر اور جدید بلیرڈ کے ملاپ سے کیرم کو ایجاد کیا۔ایک عرصے تک یہ کھیل صرف غریبوں کی جھونپڑیوں میں یا گلی کوچوں میں پروان چڑھتا رہا، جہاں نہ کسی خاص ٹریننگ کا بندوبست تھا، نہ کسی ٹورنامنٹ کا سوال۔کلبوں کی دیواروں پر پان کی پیکوں سے نقش و نگار بنے رہتے تھے۔ بہت سے امیر گھرانوں میں لوگ کیرم بورڈ اپنے بچوں کے لئے کھلونے کے طور پر رکھ لیتے تھے۔

مگر یہ تاکید بھی رہتی تھی کہ زیادہ دیر نہ کھیلیں۔تا کہ پڑھائی میں ہرج نہ ہو۔یوں سمجھئے کہ اپنے ہی ملک میں کیرم کی حیثیت ایک اچھوت کی سی تھی۔اسی طرح جیسے اور بہت سے دوسرے عوامی کھیل اور فنون جن کی قسمت آزادی آنے کے بعد کھلی۔

پچھلے ساٹھ ستر برسوں میں کیرم کا کھیل نہ صرف اپنی حیثیت کو تسلیم کرانے میں کچھ حد تک کامیاب ہوا ہے بلکہ اس کی افادیت کا احساس بھی اب زیادہ سے زیادہ حلقوں میں ہوتا جارہا ہے۔ ہندوستان، سری لنکا، مالدیپ اور کچھ حد تک ملیشیا اور بنگلا دیش میں اسے سرکاری

تعاون بھی حاصل ہے۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی میں بھی اب کافی خبریں آنے لگی ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں بہت سی بڑی بڑی فرمیں اسپانسر کر رہی ہیں اور کبھی کبھی اچھے کھلاڑیوں کو بڑی فرموں میں نوکریاں مل جاتی ہیں۔

جس طرح ۱۹۵۶ء میں ہندوستان میں آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے قیام کے بعد سے پورے ملک میں اس کھیل کی نئی لہر پیدا ہوگئی تھی، اسی طرح ۱۵/اکتوبر ۱۹۸۸ء کو مدراس (چینائی) میں عالمی کیرم فیڈریشن کے قیام کے بعد سے ساری دنیا میں لاتعداد کیرم کی تنظیمیں قائم ہوگئی ہیں۔ یورپ میں جرمنی، سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، نیدرلینڈ، اٹلی، فرانس، سویڈن، پولینڈ، چیک ریپبلک سلووینیا، اسپین وغیرہ میں کیرم کی تنظیمیں فعال ہیں جو اپنی قومی اور علاقائی سطح پر ٹورنامنٹ کرتی ہیں اور سال میں ایک بار مل کر یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے زیر سایہ ایک بڑا یورو کپ ٹورنامنٹ کرتی ہیں۔ اسی طرح ایشیا میں ہندوستان، سری لنکا، پاکستان، بنگلا دیش، مالدیپ، ملیشیا، جاپان، کوریا، ایمیرات اور نیپال وغیرہ میں بھی وہاں کی کیرم فیڈریشنوں کے زیر تحت لاتعداد قسم کے کیرم ٹورنامنٹ ہوتے ہیں اور ایشیائی کیرم کنفیڈریشن کے تحت ایشیائی اور سارک چیمپین شپ ٹورنامنٹ کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح امریکہ اور کینیڈا میں بھی کیرم کی تنظیمیں کافی سرگرم ہیں اور بڑے بڑے ٹورنامنٹ کرتی ہیں۔

ایک نمایاں بات جو پچھلی چار دہائیوں سے میں دیکھ رہا ہوں وہ ہے کیرم کے کھیل کے معیار میں ترقی۔ صرف یہی نہیں کہ وہ ہمیں وہائٹ اور بلیک سلیم (جسے پہلے سنچری کہا جاتا تھا) کے روپ میں عالمی چیمپین شپ، عالمی کپ، آئی سی ایف کپ، یا انٹرنیشنل اوپن چیمپین شپ کے میچوں میں یا ملکوں کے درمیان ٹسٹ میچوں میں نظر آتی ہے بلکہ اس حقیقت میں کہ اب نئے نئے ملکوں کے کھلاڑی بھی دھاکڑ کھلاڑیوں سے کھل کر ٹکر لیتے ہیں کہ کبھی کبھی گرو گرو ہی رہ جاتا ہے اور چیلا شکر لگنے لگتا ہے۔ لیکن ان سب سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ کیرم کا کھیل نہ صرف تفریح کا ذریعہ ہے بلکہ مختلف ممالک کے کھلاڑیوں کے

درمیان اور قوموں کے بیچ دوستی اور بھائی چارہ کو فروغ دینے کا ایک ذریعہ بھی بنا ہوا ہے۔ کاش کہ یہ رول اور زیادہ نمایاں ہو۔

ظاہر ہے کہ کیرم کے فروغ کے لیے ابھی بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ آج بھی بہت سے لوگ اور حلقے اسے اسپورٹ ماننے اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اسے ابھی تک وہ درجہ حاصل نہیں ہو پایا ہے جو اس کا حق ہے۔ جس کے لیے عالمی اولمپک کمیٹی کے سابق نائب صدر اور موجودہ لائف ممبر جناب اشونی کمار نے ۱۹۹۸ء میں مجھے ایک پیغام بھیجتے ہوئے کہا تھا:

''کیرم اسپورٹس کے خاندان میں نسبتاً نیا کھیل ہے۔ یہ تفریح اور ہنر کو بڑھانے کے بہترین مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ آج کے مشکل حالات میں دوستی کو فروغ دیتا ہے۔'' (اشونی کمار) کیرم سے رشتہ'' میرے چار دہائیوں کے ذاتی تجربات، مشاہدات اور تاثرات کا نچوڑ ہے۔ حالانکہ اس میں تقریباً سبھی اہم عالمی واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر وہ زیادہ تر میری یادداشتیں ہیں۔ اس لیے میں اسے دستاویز نہیں کہوں گا، بلکہ یادداشتوں پر مبنی عالمی کیرم کی تاریخ کہوں گا، جس سے قارئین کو بہت کچھ حاصل ہو سکے گا۔

''کیرم سے رشتہ'' دراصل میری کتاب ''جرمنی میں نصف صدی'' کا ایک حصہ ہے۔ جو اس سال جون ۲۰۱۴ء میں عرشیہ پبلی کیشنز نے شائع کی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس کتاب کا ایک باب کیرم کے بارے میں ہو۔ مگر وہ اتنا طویل ہو گیا، کہ جی چاہا کہ الگ سے کیرم سے دلچسپی لینے والوں کی خدمت میں ایک کتاب پیش کر دوں تاکہ لوگ یہ بھی دیکھ سکیں کہ کیرم کے کھیل کو فروغ دینا کسی زلف کے پیچ وخم کو سلجھانا نہیں ہے:

بہت مشکل ہے دنیا کا سنورنا
تیری زلفوں کا پیچ وخم نہیں ہے
مجاز

-عارف نقوی (برلن)

صدر انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن (مارچ 2005 تا دسمبر 2014)

ادب اور کیرم

۸ مارچ ۱۹۹۵ء کی رات کو میں دلّی سے 'اے پی ایکسپریس' میں حیدرآباد کے لیے روانہ ہوا تھا، جہاں ترقی پسند اردو مصنفین کی کانفرنس میں شرکت کرنا تھی۔ ٹرین میں میرے ساتھ پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس (مرحوم)، کمال احمد صدیقی، پروفیسر ڈاکٹر علی احمد فاطمی، پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن رضوی اور کئی دوسرے ادیب موجود تھے۔ ہمارا سفر بہت مزے میں ہنسی مذاق اور شعر وشاعری میں گزر رہا تھا۔ حیدرآباد قریب آتا جا رہا تھا۔ اچانک ایک ریلوے اسٹیشن پر گاڑی رکی۔ بہت سے لوگ ہمارے ڈبے میں پھولوں کے ہار لیے ہوئے داخل ہوئے۔ قمر رئیس اور فاطمی وغیرہ بہت خوش ہوئے۔ سمجھے کہ کانفرنس کے منتظمین نے ان کے استقبال کا زبردست بندوبست کیا ہے۔ مگر جتنے لوگ ڈبے میں داخل ہوئے تھے ان سب نے ہار میرے گلے میں ڈال دیے۔ میں خود بھی ہکا بکا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہار پھول تو قمر رئیس، وغیرہ کو پیش کرنا چاہیے تھے۔

وہاں پر جو لوگ ہار لے کر آئے تھے ان میں سے ایک نے کہا:

''ہم نقوی صاحب کا سواگت کرنے آئے ہیں آندھرا کی کیرم ایسوسی ایشن کی طرف سے۔''

ہمارے ساتھی ادیبوں کو مایوسی ہوئی کہ ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس کے منتظمین کی طرف سے ان کے سواگت میں یہ لوگ نہیں بھیجے گئے تھے۔ مگر وہ پھر بھی پورے معاملے کو نہ سمجھ سکے۔ آندھرا کی کیرم ایسوسی ایشن اور عارف نقوی کا سواگت۔ عارف کا کیرم سے کیا

واسطہ؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہ شعر سنا رہے تھے۔ ادبی گفتگو کر رہے تھے۔ ادب اور کھیل، وہ بھی ایک معمولی سا کھیل کیرم؟

غالباً وہ لوگ سوچتے ہوں گے کہ ایک ادیب اور دانشور کا کھیل کود سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ دراصل آج بھی ہمارے ملک میں بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ کامیاب شاعر، مصنف، مصور اور اداکار ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان شراب خوری اور سگریٹ نوشی کرے، پان کی پیک سے دیواروں پر نقش و نگار بنائے، دیگر ڈرگس کا استعمال کرے مگر کھیل اس کے فنکارانہ معیار کو گھٹا دیتا ہے اور اسے سماج میں بیکار بنا دیتا ہے۔ چنانچہ فوراً ایسے انسان کو کھلنڈرا کا لقب عطا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن کھیل سے صحت کو کتنے فائدے ہیں اور دماغ کو کتنی تازگی اور روحانی قوت ملتی ہے اس کا اندازہ وہ نہیں کر پاتے۔ اسی لیے وہ اس بات کو بھی نہیں سمجھ پاتے ہیں کہ خود اردو کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کوڑیاں کھیلا کرتے تھے، جس کے لیے وہ گرفتار بھی ہوئے تھے۔ لیکن انسان کبھی کبھی صرف وہ باتیں ہی یاد رکھتا ہے جو اس کے مزاج سے تال میل کھاتی ہیں۔ بہر حال جلد ہی ہمارے ان دوستوں پر یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ میں کیرم کے کھیل میں بھی دلچسپی رکھتا ہوں اور عالمی کیرم فیڈریشن کا ان دنوں نائب صدر تھا۔ میرے حیدرآباد آنے کی اطلاع کیونکہ آندھرا کی کیرم ایسوسی ایشن کو دہلی سے بھیج دی گئی تھی اس لیے انھوں نے حیدرآباد پہنچنے سے قبل ہی میرے استقبال کے لیے اپنے نمائندے وہاں پر بھیج دئے تھے۔

الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر ڈاکٹر علی فاطمی نے اپنی کتاب ''یاترا'' میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

> ''...دوسرے کیبن میں پروفیسر قمر رئیس، کمال احمد صدیقی، جوگیندر پال، ساجدہ زیدی، زاہدہ زیدی اور جرمنی سے آئے ہوئے شاعر اور صحافی عارف نقوی۔ یہ کیبن بھی گرما گرم تھا۔ کئی اعتبار سے، سلام علیک، آداب عرض، عارف نقوی سے تعارف۔ میں ان سے ۱۹۸۷ء کی کانفرنس میں

مل چکا تھا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ باہم بغلگیر ہوئے۔ عارف صاحب کی طبیعت ٹھیک نہ تھی اس لیے وہ جلد ہی اپنی برتھ پر چلے گئے۔"

فاطمی سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ نوجوان ادیبوں نے فیصلہ کیا کہ ٹرین پر ہی ایک مشاعرہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ آگے لکھتے ہیں: "۔۔۔اس کے بعد میں نے اعلان کیا۔"

"خواتین و حضرات آج کی اس خصوصی نشست کا آغاز ہوتا ہے۔ اس نشست کی صدارت برلن سے آئے ہوئے ہمارے مہمان شاعر جناب عارف نقوی صاحب فرمائیں گے۔ عارف نقوی صاحب جو باقاعدہ ویڈیو بنانے میں مصروف تھے، پہلے تھوڑا لکھنؤ انداز میں لجائے اور پھر جرمن انداز میں درمیان میں آکر بلا تکلف اڑس گئے اور ہم سب نے تالیاں بجائیں۔ میں نے مٹھی کو مائک بنایا اور سراج اجملی کو دعوت دی۔ سراج نے پوری ایک غزل سنائی۔۔۔"

وہ آگے لکھتے ہیں:

"کمال صاحب کی شرابیہ غزل سے کچھ سرور تو آیا لیکن تیز رفتار گاڑی نے اس غزل کو بہت پیچھے چھوڑ دیا اور ہم اپنے مہمان اور صدر محفل جناب عارف نقوی سے مخاطب ہوئے اور ان سے درخواست کی۔۔۔"

ڈاکٹر فاطمی نے اپنے رپورتاژ میں میری غزل اور دوسرے کئی لوگوں کی غزلوں کے طویل حوالے دیے ہیں اور لکھا ہے:

"رات نو بجے گاڑی سکندر آباد پہنچی تو کچھ لوگ ہار لیے ہوئے ہمارے ڈبہ میں داخل ہوئے۔ ہم بہت خوش ہوئے کہ شاید ہمارے استقبال کا انتظام سکندر آباد سے کر دیا گیا ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ لوگ تو عارف نقوی کا استقبال کرنے آئے ہیں۔ یہیں پر یہ راز بھی کھلا کہ عارف نقوی ورلڈ کیرم

ایسوسی ایشن کے چیرمین ہیں ۔ اور ان کی اطلاع آندھراپردیش کیرم ایسوسی ایشن کو دے دی گئی تھی ۔ یہ لوگ اپنے چیرمین کا استقبال کرنے آئے تھے ۔ہم حیرت سے عارف نقوی کو دیکھنے لگے۔ عارف نقوی بھی ہمیں مسکرا کر دیکھتے رہے اور یہ مسکراہٹ ایک کوئن (Queen) کی مسکراہٹ لگ رہی تھی ۔"

دراصل بہت سے لوگ اس بات کو نہیں سمجھ پاتے ہیں کہ ایک ادیب بھی عام انسان ہوتا ہے۔ وہ اپنے دیگر مسائل اور ادبی الجھنوں سے اُوب کر جب کچھ منٹ کسی کھیل میں صرف کرتا ہے تو اسے اتنی ذہنی قوت ملتی ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ میں خود بھی رات کو جب ایک یا دو بجے تک کمپیوٹر پر لکھتے لکھتے تھک جاتا ہوں تو پانچ دس منٹ کمرے میں کیرم بورڈ پر ٹک ٹک کرلیتا ہوں اور اس کے بعد اتنی ذہنی تازگی محسوس ہوتی ہے کہ میں گھنٹوں کام جاری رکھ سکتا ہوں ۔ چند منٹ بورڈ پر گوٹوں کا دوڑنا، مختلف زاویوں پر اسٹرائکر کا گوٹوں کے پیچھے بھاگنا، نئے نئے امکانات کا پتہ چلنا اور چند منٹ کے لیے دیگر سب مسائل کو بھلا دینا، یہ سب نئی قوت فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے پڑھنے کے چھوٹے سے کمرے میں جہاں چاروں طرف کتابیں الماریوں میں بھری ہوئی ہیں وہیں ایک کیرم بورڈ بھی رکھا ہے۔ جو مجھے اسی طرح عزیز ہے جیسے میری پسندیدہ کتابیں۔

کیرم کا کھیل مجھے بچپن سے ہی پسند ہے۔ ہم لوگ گھر پر اکثر یہ کھیل کھیلا کرتے تھے۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے ان دنوں ہمارے گھر پر جو کیرم بورڈ تھا اس کے خانے کچھ بڑے تھے اور لکڑی بھی اتنی اچھی نہیں تھی ۔ ہم لوگ بس یونہی شوق پورا کرنے کے لیے کھیلتے تھے۔ آپس میں میچوں کی شاید ہی کبھی نوبت آتی تھی ۔ ہمیں کوئی ہدایت دینے والا بھی نہیں تھا۔ لکھنؤ میں ہمارے گھر کے قریب وزیر گنج کے محلے میں کبھی کبھی میں ایک دو جگہوں پر لوگوں کو سنجیدگی سے کیرم کھیلتے ہوئے دیکھتا تھا مگر وہاں جانے کی کبھی ہمت نہیں پڑتی تھی ۔ ان کمروں میں جن کے دروازے کھلے ہوتے تھے گندگی بہت لگتی تھی اور میں ڈرتا تھا کہ ایسی

جگہوں پر بیٹھنا میرے چچا کی، جن کے ساتھ میں رہتا تھا، شان کے خلاف تھا۔ کیرم کے علاوہ میری دلچسپی پتنگ اڑانے، لٹو نچانے، کنچے کھیلنے اور گلی ڈنڈا میں تھی جس کے مواقع مجھے اپنی ننہال میں مل جاتے تھے۔ ددھیال میں یہ سب باتیں کافی معیوب سمجھی جاتی تھیں۔ وقت کے ساتھ ہماری دلچسپی بیڈمنٹن، کرکیٹ اور ہاکی کھیلنے میں بڑھی۔ کرکیٹ تو دن دن بھر چلچلاتی دھوپ میں کھیلا کرتے تھے۔ کبھی گھر پر ربر کی گیند سے اور کبھی میدانوں میں پورے ساز سامان کے ساتھ۔ ہاں اکثر اپنے ایک چچا (نظام چچا) اور چچی کے بھائی (چھوٹے ماموں) کے ساتھ اور دوست عابد سہیل کے ساتھ (جو اب ایک مصنف ہیں) شطرنج اور کیرم بھی کھیل لیا کرتا تھا۔ عابد سہیل کیرم بہت اچھا کھیلتے تھے۔ اکثر مجھے ہرا دیتے تھے۔ مگر میں اس کا بدلہ ان سے شطرنج میں لے لیتا تھا۔ اس بات کا ذکر وہ آج بھی کرتے ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ میں طلباء کی تحریکوں اور ادبی سرگرمیوں میں ایسا پھنستا چلا گیا کہ کیرم کھیلنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔

میں ۱۹۵۹ء میں ہفتہ وار 'عوامی دور' کی اشاعت میں ہاتھ بٹانے کے لیے دلی چلا گیا، جہاں میرے ساتھیوں اور دوستوں میں سے کوئی بھی کھیل کود کا نام لینا نہیں چاہتا تھا۔ یہ شاید ان کے دانشورانہ معیار کے خلاف تھا۔ دہلی میں میں آل انڈیا ریڈیو کے ڈراموں میں اداکاری کی حیثیت سے کام کرتا رہا اور انڈین پیوپلس تھیٹر (آئی پی ٹی اے) کے لیے منچ پر ڈرامے کھیلتا رہا اور ساتھ ہی ادبی سرگرمیوں میں سرگرم رہا۔

نومبر ۱۹۶۱ء میں میں جرمنی آ گیا۔ لائپزگ میں جرمن زبان کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے برلن کی ہمبولٹ یونیورسٹی میں لکچرر کی ملازمت کی اور ساتھ ہی صحافت کا کام کیا اور اپنی تخلیقی کاوشیں جاری رکھیں۔ ان دنوں مشرقی برلن میں 'برلن مجلس' کے نام سے ہندوستانیوں کی ایک تنظیم موجود تھی۔ جس کے صدر ڈاکٹر کے ایم اشرف تھے۔ ہم نے سارے جی ڈی آر میں رہنے والے ہندوستانیوں کی ایک 'کوارڈی نیٹنگ کمیٹی' قائم کی جس کا صدر کے ایم اشرف کو، سکریٹری سنیل سین گپتا کو اور مجھے نائب سکریٹری چنا گیا۔ کچھ

عرصے کے بعد ہم نے سارے جی ڈی آر میں رہنے والے ہندوستانیوں کی ایک باقاعدہ ایسوسی ایشن بھی قائم کرلی جس کی ڈریسڈن میں پہلی کانفرنس کی صدارت میں نے کی۔ ہمیں اس بات کا بری طرح سے احساس تھا کہ یوروپ میں ہم ایشیائیوں کو بہت پچھڑا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں صرف بھکاریوں، جانوروں اور سادھو سنتوں کی ہی تصویریں پیوست ہیں۔ چنانچہ ہم اپنی اہمیت کو منوانے کے لیے بہت سے کلچرل پروگرام کرتے تھے اور ان میں اپنے جرمن دوستوں کو شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ جی ڈی آر سرکار کیوں کہ ان دنوں اپنی شناخت کو تسلیم کرانے کے لیے کوشاں تھی اس لیے ہمیں اپنے جلسوں کے لیے ہال وغیرہ مفت مل جاتے تھے۔ ان پروگراموں میں خاص طور سے ہندوستانی سنگیت اور رقص کو بہت پسند کیا جاتا تھا۔ مشرقی جرمنی کھیل کی دنیا میں بہت آگے تھا۔ بہت سے کھیلوں میں اپنا لوہا منواتا تھا۔ ایک دن میرے ذہن میں آیا کہ ہندوستان کے کچھ کھیلوں کو یہاں شروع کیا جائے۔ مثلاً کریکٹ۔ لیکن پتہ چلا کہ کریکٹ کھیلنے والے بعض لوگ پہلے سے مغربی برلن میں موجود ہیں۔ نیز اس کے لیے ایک بڑا میدان درکار ہوگا۔ چنانچہ کریکٹ کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب ذہن جن کھیلوں کی طرف گیا وہ تھے پتنگ بازی اور کیرم۔ لکھنؤ میں میرا جو ننہالی مکان پرانے لکھنؤ کے محلّے پنجابی ٹولے میں ہے، اس میں گلی سے ملا ہوا ہمارے گھر کا ایک کمرہ ہم نے ایک پتنگ والے کو دے رکھا تھا جو وہاں پتنگیں بنا کر بیچتا تھا۔ میری فرمائش پر اس نے خاص طور سے کئی خوبصورت پتنگیں بنا کر اور اچھی طرح سے پیک کر کے مجھے دے دیں۔ ایک چرخی ڈور اور مانجھے سے بھر کر بھی دی۔ جو آج تک چالیس برس سے میرے پاس موجود ہے۔ ساتھ ہی میں دلّی کے کناٹ پلیس سے ایک کیرم بورڈ (اتنا بھاری نہیں جتنا اب ہوتا ہے) اور گوٹیاں اور اسٹرائکر خرید کر اپنے ساتھ ہوائی جہاز سے برلن لایا۔ یہ سن ستر کے سالوں کی بات ہے۔ کیرم اس لیے ہی نہیں کہ میں بچپن میں بڑے شوق سے کھیلتا تھا۔ بلکہ وقت کے ساتھ اب اس کی اہمیت اور افادیت کا احساس بھی ہو رہا تھا۔

□□□

پیچ و خم

بہت مشکل ہے دنیا کا سنورنا
تیری زلفوں کا پیچ و خم نہیں ہے

سوال یہ تھا کہ کیرم کھیلوں کس کے ساتھ اور کہاں؟ جس سے بھی کیرم کی بات کرتے تھے وہ اسے بچکانہ کھیل سمجھ کر ٹال دیتا تھا۔

کوئی کلب کیرم کے لیے جگہ دینے کو تیار نہیں تھا۔ ریستوراں اور کیفے ٹیریا والے سمجھتے تھے کہ ان کا مالی نقصان ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنی بیٹی کے اسکول کے چند بچوں میں دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ہندوستانی سفارت خانے کے اپنے ایک اچھے ملاقاتی 'مسٹر لال' کو کیرم کھیلنے کی دعوت دی۔ جو کبھی کبھی رات کو دیر تک میرے گھر پر اپنی اہلیہ کی پارٹنرشپ میں کیرم کھیلتے تھے۔ کبھی کبھی جب میں ان کی آسان گوٹ کو بگاڑ دیتا تھا تو سخت احتجاج کرتے تھے۔ This is not fair ان کا خاص جملہ تھا۔ پھر میرے ایک پاکستانی پڑوسی کوثر علی خاں نے کیرم میں دلچسپی ظاہر کی اور میں نے اپنا کیرم بورڈ ان کے گھر پر رکھ دیا۔ ہم اکثر ان کے گھر پر کھیلتے تھے۔ ایک دن کوثر کی بیگم 'آفرینہ' بہت اداس تھیں:

''نقوی صاحب آپ سے کچھ کہتے ہوئے ہمیں شرمندگی ہو رہی ہے۔''

میں کچھ نہ سمجھا۔ کوثر بغل میں بیٹھے کچھ خفت بھری نظروں سے مسکراتے رہے۔

''کیوں، کیا ہوا؟ کوثر صاحب نے آپ کو نل گیم سے ہرا دیا؟'' میں نے تفریح لیتے

ہوئے پوچھا۔

''جی نہیں اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ 'سائمہ' نے بورڈ کو خراب کر دیا۔''

انھوں نے اپنی پانچ سالہ بیٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں نے سائمہ سے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا: ''بورڈ بہت گندہ تھا۔ میں نے صابن اور پانی سے دھو کر اسے صاف کر دیا ہے۔''

مجھے اس کی سادگی پر بہت ہنسی آئی۔ لیکن میری خواہشوں پر پانی پھر گیا تھا۔ بورڈ پر بنی ہوئی سب لکیریں دھل گئی تھیں اور اب گوٹیں بھی ٹھیک سے نہیں دوڑ رہی تھیں۔ نہ کوئن، نہ کوئن کی وفادار سہیلیاں سفید اور کالی گوٹیں نہ اس کے عاشق اور دوسروں کے رقیب رنگ برنگے اسٹرائیکر۔

انھیں دنوں ہندوستان سے کچھ لوک فنکاروں کی ایک ٹیم برلن میں آئی ہوئی تھی اور شہر کے وسط میں الکزانڈر پلاتس نامی چوک پر ٹی وی ٹاور کی نچلی منزل میں اپنے فن 'پیپر میشی' کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ میں کیونکہ غیر ملکی صحافی کی حیثیت سے ان لوگوں سے ملتا رہتا تھا، اس لیے میں نے ان سے اپنے کیرم بورڈ کی کیفیت بیان کی۔ انھوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہم اسے ٹھیک کر دیں گے۔

ایک ہفتے کے بعد میں بورڈ کو لینے کے لیے ان کے پاس گیا۔ بڑی خوبصورت ڈرائنگ کی تھی انھوں نے بورڈ پر۔ دور سے ہی دیکھ کر دل کھل اٹھا۔ لیکن جب قریب پہنچا تو جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لوں۔ ان فنکاروں نے اپنے سارے فن کا مظاہرہ 'آئیل کلر' سے کر دیا تھا۔ اور اب بورڈ اور بھی کھیلنے کے لائق نہیں رہ گیا تھا۔ بس میں اسے فریم کرا کرا اپنے کمرے میں دیوار پر ٹانگ سکتا تھا اور مہمانوں سے اس کی خوبصورتی کی داد لے سکتا تھا۔ چنانچہ مجھے گھنٹوں 'سینڈ پیپر' سے رگڑ کر اس کے تیل کو چھڑانا اور بورڈ کو پھر سے چکنا بنانا پڑا، تاکہ کھیلنے کے قابل ہو سکے۔ ہمارے سامنے ایک مسئلہ اور تھا۔ ہندوستان سے نئے بورڈ، گوٹیں اور اسٹرائکر منگوانے کے لیے ہمیں 'ہارڈ کرنسی' کی ضرورت تھی جو جی ڈی آر کی سرکار دینے کے

لیے تیار نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے ایک دوست کار میکینک 'پیٹر فِنک' کو تیار کیا۔ وہ اس کی بیوی اور بیٹی بھی کیرم میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ اس کی ورکشاپ میں ہم نے لکڑی سے کیرم کی گوٹیں اور لکڑی کے اسٹرائکر بنائے۔ اس دوران میرے ایک دوست مستعین خاں کلکتے جارہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ چند اسٹرائیک لیتے آئیں۔ وہ اسٹرائکر تو لے آئے مگر جناتی سائز کے۔ بولے کلکتے میں آج کل ایسے ہی اسٹرائکروں سے کیرم (ڈبو) کھیلے جاتے ہیں۔ خیر ان اسٹرائکروں کو بھی ہم نے پیٹر کی ورکشاپ میں چھوٹا کیا۔

رفتہ رفتہ لوگوں نے کیرم کے کھیل میں دلچسپی لینا شروع کی۔ میں ان دنوں غیر ملکی اخبار نویس کی حیثیت سے یہاں رجسٹرڈ تھا اور یہاں کے ریڈیو اسٹیشن میں ہندوستانی پروگراموں کے لیے مدیر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ وہاں کے ہمارے ساتھیوں کو بھی یہ کھیل پسند آیا۔ جب بھی ان کا کوئی فنکشن ہوتا تھا اس میں کیرم بورڈ بھی لگا دیا جاتا تھا۔ اسی زمانے میں مجھے یہاں کے بہت سے عیسائی پادریوں سے بھی مدد ملی۔ ایک پادری Jackob نے مجھ سے کہا کہ ان کے گرجا کے نمائندوں کی ایک میٹنگ ایک ہفتے تک برلن سے کچھ دور ایک مقام پر ہونے والی ہے جس میں دوسرے ملکوں سے بھی پادری آئیں گے۔ میں ان کے لیے چند بورڈ وہاں پر لگا دوں۔ مجھے اس بات سے تقویت ملی کہ پادری بھی کیرم میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ چنانچہ میں وہاں اپنی کار میں چار بورڈ لے کر گیا اور پادریوں نے بڑے شوق سے اپنے خالی وقت میں کیرم سے دل بہلایا۔ ایک دن پادری جیکب، جو کئی بار مشن پر ہندوستان جا چکے تھے، مجھے برلن کے علاقے Weissensee میں ایک ایسے اسکول میں لے کر گئے جو ذہنی بیماری والے بچّوں کے لیے تھا۔ ہم نے بچوں کے سامنے کیرم بورڈ رکھ دیا اور انھیں دکھایا کہ اسٹرائکر سے گوٹوں کو کیسے پاکٹ کیا جاتا ہے۔ بچّوں نے اسے اتنا پسند کیا کہ پھر ان سے بورڈ کو چھڑانا مشکل ہو گیا۔ انھیں اپنی کامیابی کا احساس ہو رہا تھا اور وہ بار بار اسٹرائکر سے گوٹوں پر چوٹیں لگا رہے تھے اور ہم سوچ رہے تھے کہ کیرم ایسے بچوں کی تربیت اور علاج کا بھی بہترین طریقہ ہو سکتا ہے۔ وہاں کے ٹیچر مصر تھے کہ ہم دوبارہ وہاں آئیں۔

وقت کے ساتھ ہمارے پاس کیرم بورڈ بھی بڑھتے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر گھٹیا قسم کے تھے جو میں نے پیٹر فنک کے ساتھ مل کر اس کی ورکشاپ میں بنائے تھے۔ ایک بورڈ مجھے نرگس کے اسکول کے ایک لڑکے 'مائک' نے بنا کر میری سالگرہ پر تحفے میں دیا۔ یہ بورڈ بہت اچھی لکڑی کا تھا، جو اس نے ایک پرانی الماری کو کاٹ کر اس سے بنایا تھا۔ اس دن مجھے واقعی جرمنوں کی دستکاری کے فن کا قائل ہونا پڑا۔ وہ بورڈ آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

سن اسّی کی ابتداء میں، غالباً یہ ۱۹۸۳ء کی بات ہے برلن کے ایک اسکول کو اندرا گاندھی کا نام دیا گیا۔ ان دنوں یہاں جی ڈی آر میں اندرا گاندھی کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ سرکار سمجھتی تھی کہ شاید ان کی زیر قیادت ہندوستانی سرکار جی ڈی آر کو تسلیم کر لے گی۔ چنانچہ اب اندرا گاندھی اسکول کے ٹیچروں نے مجھ سے کہا کہ وہ اپنے اسکول میں کسی ہندوستانی کھیل کو باقاعدہ پڑھائی کے نصاب میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے انھیں کیرم کی افادیت کے بارے میں تفصیل سے سمجھایا۔ چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ میں ہفتے میں ایک دن وہاں جا کر بچوں کو کیرم سکھایا کروں گا۔ ہم نے وہاں پر بچوں کا ٹورنامنٹ بھی کیا جس میں بہت سے بچوں نے شرکت کی اور انعامات جیتے۔ ظاہر ہے کہ یہ میچ بہت ہی آسان اور خوشگوار ماحول میں کھیلے گئے۔ یہ سلسلہ وہاں کئی برس تک چلتا رہا۔

اِندرا گاندھی اسکول میں کیرم کا شروع ہونا ہمارے لیے ایک بڑی کامیابی تھی۔ اب ہم اس کھیل کو لے کر یہاں کے کئی اسکولوں میں گئے اور ہر جگہ اس میں دلچسپی ظاہر کی گئی۔ اکثر اسکول کے لوگوں نے خود ہمیں وہاں آنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر ہمارے بعض فنکار دوست ساز سنگیت اور ہندوستانی رقص کے پروگرام پیش کرتے تھے اور ان کے ساتھ ہم کیرم کا کھیل دکھاتے اور وہاں کے طلباء کو یہ کھیل سمجھاتے تھے۔ یہاں تک کہ برلن سے سو کلو میٹر دور شہر Neustrelitz کے جواہر لعل نہرو اسکول کی طرف سے بھی ہمیں بلایا گیا کہ ہم وہاں پر کیرم کا مظاہرہ کریں۔ کیرم کے کھیل کی اہمیت کو دیکھ کر ہمیں بوڑھے لوگوں کے ہاسٹل نیز دیگر سماجی کلبوں سے بھی دعوت دی گئی کہ ہم وہاں پر کیرم کا کھیل دکھائیں اور

لوگوں کی دلجوئی کریں۔

ہم اپنے چند دوستوں کے ساتھ لائپزگ بھی گئے اور Grassi Museum کی عمارت میں وہاں کے اپنے دوستوں کی مدد سے کیرم کا مظاہرہ کیا۔ اسی طرح ڈریسڈن اور کئی دوسرے شہروں میں بھی کیرم کو لے کر گئے۔ برلن میں انٹرنیشنل پریس سینٹر میں میرے آفس کا کمرہ تھا، جو ٹیلی پرنٹر وغیرہ سے لیس تھا۔ میں رات کو دو تین بجے تک وہاں پر بیٹھ کر اپنے مضامین اور رپورٹیں تیار کیا کرتا تھا۔ میرے آرام کے لیے وہاں پر صوفے سیٹ اور رائٹنگ ٹیبل وغیرہ کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ میں اکیلا اس کمرے میں کام کرتا تھا کوئی پوچھنے والا یا مخل ہونے والا نہیں تھا۔ چنانچہ اکثر جب پیٹر فنک کسی نئے بورڈ کا ڈھانچہ تیار کر لیتا تھا تو میں وقت نکال کر اپنے دفتر میں اس کے خدوخال بنایا کرتا تھا اور لال کالی روشنائیاں اس پر پھیرا کرتا تھا۔ کبھی کبھی نیند کی وجہ سے لائنیں خراب بھی ہو جاتی تھیں اور پھر انھیں ٹھیک کرنا بہت مشکل ہوتا تھا۔ پریس سینٹر میں جو لوگ رات بھر ریسیپشن پر ڈیوٹی دیتے تھے اور بور ہوا کرتے تھے انھیں میں نے مشورہ دیا کہ وہ بھی کیرم کھیلا کریں جس سے انھیں تنہائی کی بوریت نہیں محسوس ہوگی۔ چنانچہ ان کے لیے میں نے وہاں پر دو کیرم بورڈ، گوٹیں اور لیمپ وغیرہ لیجا کر رکھ دئے۔ وہ لوگ آدھی رات کو جب کوئی دوسرا صحافی وہاں پر نہیں ہوتا تھا کیرم سے اپنا دل بہلاتے تھے۔

□□□

پہلا عالمی رابطہ

۱۹۸۵ء کی سردیوں میں مغربی برلن میں ہندوستانی قونصل جنرل نے مجھے بتایا کہ وہاں پر ہندوستان کی ایک کیرم کی ٹیم آئی ہوئی ہے۔ میں اس سے انٹرویو لے سکتا ہوں۔ میں ۲۵ نومبر کو ٹیم کے لوگوں سے ملنے کے لیے پہنچ گیا۔ (میرے پرانے کاغذات میں ایک جگہ پر ۱۹۸۴ء تحریر ہے مگر میرے خیال میں ۱۹۸۵ء ہی صحیح ہے)۔ رات کے تقریباً نو بجے ہوں گے۔ مغربی برلن کے علاقے Kreuzberg میں ایک معمولی سے ریستوراں میں چند ہندوستانی اپنے جرمن میزبانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا کھارہے تھے۔ میز دال، چاول، سبزی اور موٹی موٹی تڑکی روٹیوں سے بجی تھی۔ سب سے پہلے میری ملاقات ایک لمبے تڑنگے 'جرمن بورس بنکن برگ' سے ہوئی وہ بہت تپاک سے ملا۔ پھر اس نے ہندوستانی ٹیم کے مینجر 'بنگارو بابو' سے ملوایا۔ بابو نے فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھے گلے لگایا اور ٹیم کے کھلاڑیوں 'ماریا ارودیم'، 'نثار' اور 'ناگ سین اناہبے' سے ملاقات کرائی۔ وہیں پر پہلی بار میری ملاقات سوئٹزرلینڈ کے 'ہنس پیٹر گرم' سے بھی ہوئی۔ میں نے بابو سے پی ٹی آئی کے لیے انٹرویو بھی لیا، جس کی اشاعت کے بعد بابو نے مجھے ہندوستان سے خط لکھا کہ میں نے غلطی سے لکھ دیا ہے کہ وہاں کے میچوں میں پہلے نمبر پر 'نثار' آیا ہے جب کہ پہلے نمبر پر 'ماریا' تھا۔ اس ملاقات کے دوران ہنس پیٹر گرم نے مجھے بتایا کہ سوئٹزرلینڈ اور جنوبی جرمنی کے جو شہر سوئٹزرلینڈ کے قریب ہیں وہاں کیرم کی سرگرمیاں ہورہی ہیں۔ اور میں نے انھیں مشرقی جرمنی میں کیرم کی سرگرمیوں اور مشکلات کے بارے میں بتایا کہ وہاں بھی کیسے کیرم کی گاڑی چل نکلی ہے۔ ہم

نے یہ بھی طے کیا کہ مستقبل میں ہم آپس میں رابطہ رکھیں گے۔ بورس بنکین برگ نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے ریستوراں Schwarze Rose میں جو رائشین برگر نامی سڑک پر تھا مغربی برلن کے لوگوں کو کیرم سکھایا کروں۔ مجھے اس کی پیشکش بہت پسند آئی اور میں نے اسے قبول کرلیا۔ اس نے بھی بطور شکریہ مجھے ایک کیرم بورڈ تحفے میں دیا جو بہت اچھی کوالٹی کا تھا۔

بابو کے ساتھ میں نے انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کے قیام کے سلسلے میں بھی تفصیل سے گفتگو کی اور انھیں یقین دلایا کہ جی ڈی آر کی کیرم فیڈریشن کی طرف سے ہم ان سے پورا تعاون کریں گے۔

چند مہینے کے بعد جب ہم نے مشرقی برلن میں نوجوانوں کے بھون میں ایک ٹورنامنٹ کیا، جس میں کافی لوگوں نے شرکت کی، تو اس میں بابو بھی خصوصی مہمان کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ بعد میں بابو نے ہمیں ایک چاندی کی بڑی سی ٹرافی بھی تحفے میں دی جسے ہم نے 'بابو ٹرافی ٹورنامنٹ کے لیے استعمال کیا جو ہر سال کیا جاتا تھا۔ ان دنوں ہم 'جواہر لعل نہرو ٹرافی ٹورنامنٹ، بابو ٹرافی ٹورنامنٹ، دوستی ٹورنامنٹ اور برلن چیمپین شپ ٹورنامنٹ منعقد کرتے تھے، جن میں قاعدے قوانین اتنے مشکل نہیں تھے جتنے Laws of Carrom میں ہیں۔ ہمارا مقصد تو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ کیرم کے قریب لانا تھا۔ ہم ٹورنامنٹ کے ساتھ رنگا رنگ کلچرل پروگرام بھی کرتے تھے تاکہ وہ لوگ جو خود نہیں کھیلتے ہیں یا ہار جیت سے گھبراتے ہیں مگر کیرم کو پسند کرتے ہیں ان کی دلچسپی کا سامان بھی رہے۔ جواہر لعل نہرو ٹرافی ہمیں ہندوستانی سفیر ڈوڈا منی نے ہندوستان سے لاکر دی تھی۔

۱۹۸۶ء میں میں ٹرین سے سوئٹزرلینڈ کے شہر زیورش میں پہنچا۔ وہاں پر ایک ٹورنامنٹ ہو رہا تھا۔ میں بھی اس میں مدعو تھا۔

بابو ایک کونے میں اکیلے بیٹھے تھے۔ کچھ اداس لگ رہے تھے۔ ''ہلو بابو''، میں جوش میں ان کی طرف بڑھا۔ مگر انھوں نے جنبش نہ کی بس اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے:

''ھاپے نہیں ہے۔''

وہ ہنس پیٹر گرم کو 'ھاپے' کہتے تھے۔ میں سمجھا وہ کہیں کام سے گیا ہے یا کسی اور جگہ پر ہے۔ اس ٹورنامنٹ کا بندوبست تو اسی نے کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ بھاگ دوڑ میں لگا ہوگا۔ لیکن بابو کی سنجیدگی میں اداسی شامل تھی:

''کیا بات ہے بابو۔ ٹورنامنٹ میں کوئی گڑ بڑ تو نہیں ہوئی ہے؟'' پھر مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔

''ہنس پیٹر گرم کا تھوڑی دیر قبل موٹر سائکل کے حادثے میں انتقال ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی بہن کی خواہش ہے کہ ٹورنامنٹ کو نہ روکا جائے۔ گرِم کی یاد میں جاری رکھا جائے۔'' بابو نے اداس لہجے میں بتایا۔

ہنس پیٹر گرِم کے انتقال سے ہم سب لوگوں کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ اس نے سوئٹزر لینڈ اور جنوبی جرمنی کے بعض علاقوں میں کیرم کو پھیلانے میں بہت اچھا رول ادا کیا تھا۔

اسی سال مجھے برلن سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور ایک health resort بادفرانکین ہاؤزین میں ایک مہینے کے لیے جانے کا موقع ملا۔ وہ ایک خوبصورت پہاڑی پر تھا اور صحت کے لیے بہت مفید سمجھا جاتا تھا۔ میں اپنی کار میں ایک کیرم بورڈ لیتا گیا تھا۔ مجھے ایک پرائیویٹ فلیٹ میں ٹھیرایا گیا تھا، جس میں دوسرے کمروں میں کلاؤس اُوشمان (جو ہماری برلن کی کیرم ایسوسی ایشن کے نائب صدر ہیں اور ایک دیگر جرمن مقیم تھے۔ ہمارا health resort ایک بڑی سی بلڈنگ میں تھا۔ دن میں ایک بار ڈاکٹر حال پوچھتا تھا۔ پھر مالش یا خاص قسم کا غسل دیا جاتا تھا۔ باقی وقت خالی رہتا تھا اور سب لوگ بور ہوتے تھے۔

میں نے کلاؤس اُوشمان کو اپنا کیرم بورڈ دکھایا اور اس کھیل کے بارے میں سمجھایا جو اس نے بہت پسند کیا۔ پھر ہم نے وہاں کے منتظمین کو کیرم بورڈ دکھایا اور سمجھایا کہ اگر اسے وہاں کے ہال میں رکھ دیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ لوگ دلچسپی لیں اور ان کی بوریت میں کچھ کمی ہوجائے۔ منتظمین کو ہمارا مشورہ بہت پسند آیا۔ چنانچہ جس ہال میں لوگ اپنا خالی وقت

گزارنے کے لیے جمع ہوتے تھے وہاں پر کیرم بورڈ کو رکھ دیا گیا۔ لوگوں کے لیے یہ ایک اجنبی مگر دلچسپ کھیل تھا۔ وہ جوق در جوق کھیلنے لگے۔ یہ بات اس چھوٹے سے قصبے میں دور تک پھیل گئی اور لوگ اسے دیکھنے لے لیے وہاں آنے لگے۔ ہم نے طے کیا کہ ایک ٹورنامنٹ کیا جائے۔ قصبہ کی میونسپل کونسل اس کے لیے ٹرافی دینے کو تیار ہو گئی۔ ۲۷ر لوگوں نے اس ٹورنامنٹ میں حصہ لیا، جو تین ہفتے تک چلا۔ لوگ پہلے سے طے کر لیتے تھے کہ کب ان کے پاس خالی وقت ہوگا۔ وہ اس وقفے میں best of three کے اصول پر میچ کھیلتے تھے۔ اس طرح صبح سے شام تک روز میچ چلتے رہتے تھے۔ جب وہاں پر ہمارے قیام کی مدت ختم ہوئی اور الوداعی تقریب منعقد کی گئی تو کیرم ٹورنامنٹ کے نتیجوں کا اعلان کیا گیا۔ پہلا انعام جیتنے والا برلن کا ایک نوجوان نوربرٹ کلائن ڈورف تھا، جس سے میں وہاں پہلی بار ملا تھا۔ خواتین میں پوپیل نامی مقام کی بیربل ھاگے تھی۔ افسوس کہ اب وہ دونوں کیرم نہیں کھیلتے ہیں۔

Bad Frankenhausen کے health resort میں کیرم کی کامیابی کے بعد ہماری ہمت بڑھ گئی تھی۔

انھیں دنوں میرے گھر کے قریب جی ڈی آر کا ایک بہت بڑا ماڈرن اسپورٹ سنٹر SEZ کھولا گیا۔ جس میں تیراکی، برف پر اسکیٹنگ، بلیرڈ، والی بال، بیڈمنٹن اور باڈی بلڈنگ وغیرہ کا بہترین بندوبست تھا۔ ہزاروں لوگ روزانہ وہاں آتے تھے۔

میں نے اور کلاؤس اوشمان نے کوشش کی کہ وہاں کیرم بھی شروع کیا جائے۔ ہم نے SEZ کے ڈائریکٹر سے بات کی۔ وہ ہماری پیشکش سے اتنا متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور طے کر لیا کہ پہلی منزل پر جہاں لوگ بلیرڈ کھیلتے ہیں، وہاں پر کیرم کی آٹھ میزیں لگا دی جائیں۔ وہ بھی اس طرح کہ انھیں جڑ دیا جائے تاکہ کوئی انھیں وہاں سے ہٹا نہ سکے اور وہ خراب نہ ہوں۔ صبح دس بجے سے رات کے دس بجے تک ہر شخص وہاں پر کیرم کھیل سکے۔ یعنی ایک ساتھ ۱۶ آدمی وہاں پر کیرم کھیلیں۔ انھوں نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ

SEZ کی اپنی ورکشاپ میں نئے کیرم بورڈ بنا کر وہاں پر لگائے جائیں۔

مشرقی جرمنی میں کیرم کو پھیلانے کی ہماری کوششوں میں یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔اس نے ہمارے لیے اور بھی بہت سے دروازے کھول دئے تھے۔ SEZ میں ہم نے نہ صرف کیرم کی پریکٹس کی، جس میں روزانہ سیکڑوں لوگ شریک ہوتے تھے، بلکہ ہم نے وہاں پر چھوٹے بڑے ٹورنامنٹ بھی کئے اور ان کے ساتھ ہندوستانی سنگیت اور کلاسیکی رقص کے پروگرام بھی آرگنائز کئے۔ مثلاً جواہر لال نہرو کپ ٹورنامنٹ، بابو کپ ٹورنامنٹ، فرینڈ شپ کپ ٹورنامنٹ اور برلن چیمپئن شپ ٹورنامنٹ۔ان ٹورنامنٹوں اور انکے کلچرل پروگراموں میں ہندوستانی سفیروں جگناتھ ڈوڈامنی، کملیش شرما، اُپل وغیرہ کے علاوہ جی ڈی آر کے اہم لوگوں نے بھی شرکت کی جن میں مہاتما گاندھی کے چیلے اور جی ڈی آر کے ڈپلومیٹ ہربرٹ فشر اور دیگر اہم لوگ شامل تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ستمبر ۱۹۹۱ میں جب ہم نے وہاں پر کیرم کا یورو کپ کیا (اس وقت ECC نہیں تھا) تو برلن کے لارڈ میئر 'ایبر ہارڈ ڈیپگین' نے آکر خاص طور سے کھلاڑیوں کو مبارکباد دی۔ پھر دن بھر کے کھیل کے بعد جب ہم نے شام کو کلچرل پروگرام کیا تو اس میں بڑی تعداد میں جرمنوں نے شرکت کی۔اسی طرح ایک بار ہم نے اپنا ٹورنامنٹ گراؤنڈ فلور پر والی بال کے ہال میں کیا۔شام کو انعامات کی تقسیم کے بعد ایک کلچرل پروگرام کیا گیا جس میں ہندوستانی سفیر جگناتھ ڈوڈامانی کے بیٹے 'سنجے' نے بہترین بھرت ناٹیم ڈانس پیش کیا اور اس کے بعد لوگ دنگ رہ گئے جب وہاں پر ایک ہاتھی کے بچے نے پہنچ کر کچھ کھیل دکھائے۔وہ جی ڈی آر کی ایک سرکس کمپنی کا ہاتھی تھا جس نے بغیر پیسے لیے اپنا ایک ہاتھی کا بچہ اور اس کا کنڈکٹر ہمارے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے بھیج دیا تھا۔

کامیابی کا دروازہ ہمارے لیے کھل چکا تھا۔ برلن کے علاقے کوپنک میں ایک بہت بڑا بچوں اور نوجوانوں کا 'محل' ہے جو میلوں تک ہریالی سے گھرا ہے۔ ہزاروں بچے روز وہاں پر طرح طرح کے پروگراموں میں حصہ لینے کے لیے جاتے ہیں۔ ہمیں وہاں سے بھی

دعوت نامہ ملا کہ ہم وہاں پر بچوں اور کمسن نوجوانوں کے لیے کیرم کھیلیں۔ چنانچہ ہم نے وہاں بھی کیرم کے مظاہرے اور ٹورنامنٹ کے مواقع ملے۔۔ ایک ٹورنامنٹ کے بعد شام کو جب ہمارا کلچرل پروگرام ہوا تو کلاسیکی ناچ گانوں کے بعد سرکس کے لوگوں نے بندروں اور سانپوں کے تماشے دکھا کر لوگوں کو محظوظ کیا۔ غرض کہ اس طرح کی بہت سی سرگرمیاں ہونے لگی تھیں۔ جن کا ذکر میں آگے بھی کروں گا۔ فی الحال تو میں ۱۹۸۶ء کی طرف واپس لوٹتا ہوں۔

یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی کے کیرم کے کھلاڑیوں نے کبھی ایک دوسرے کو بیگانہ نہیں سمجھا۔

شروع سے ہی ہمارے تعلقات بہت پرخلوص اور دوستانہ رہے۔ چنانچہ ۱۹۸۶ء میں جب جرمنی کے شہر Rottweil میں جرمن کیرم فیڈریشن کے قیام کے لیے میٹنگ کی گئی تو میں اس میں بھی خاص طور سے شریک تھا۔ جس میں ہاری ڈارن ہوفر کو مغربی جرمنی کی جرمن کیرم فیڈریشن کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس کے بعد جتنے بھی کیرم ٹورنامنٹ مغربی جرمنی میں ہوئے ان میں مَیں نے شرکت کی، کبھی ٹرین سے جا کر اور کبھی اپنی کار سے ڈرائیو کرکے۔ کبھی کبھی میرے ساتھ مغربی برلن سے 'گیریون بولڈر' بھی ہوتا تھا۔

۱۹۸۶ء میں میری دعوت پر بنگارو بابو مشرقی برلن میں آئے۔ اس سے قبل جیسا کہ انھوں نے خود اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے وہ میرے ساتھ مغربی برلن میں مختصر قیام کے دوران ہندوستانی قونصل جنرل سے ملے اور کیرم کے بارے میں گفتگو کی۔ بابو نے ۱۹۸۵ء لکھا ہے لیکن میرے خیال سے یہ ۱۹۸۶ء کا واقعہ ہے۔ کیونکہ نومبر ۱۹۸۵ء میں تو میں پہلی بار بابو سے مغربی برلن میں ملا تھا۔

ہماری اگلی ملاقات کے بارے میں بابو نے اپنی رپورٹ میں اس طرح تحریر کیا ہے:

''عارف نقوی اور جی ڈی آر کے شوقین لوگوں کے خاص دعوت نامہ پر بابو نے ۱۹۸۷ء میں وہاں کی یاترا کی اس موقع پر وہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو جی ڈی آر میں آنریبل ہندوستانی سفیر ڈوڈامانی سے ملنے گئے۔

□□□

عالمی کیرم فیڈریشن کا قیام

۱۵/اکتوبر ۱۹۸۸ء کا دن ساری دنیا کے کیرم کے کھلاڑیوں کے لیے ایک تاریخی دن ہے۔ اس دن جنوبی ہندوستان کے شہر مدراس کے ہوٹل 'چولا شیریٹون' میں عالمی کیرم فیڈریشن کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ جو خاص طور سے بنگارو بابو کی کوششوں کا پھل تھی۔ جنھیں سری لنکا، مالدیپ، ملیشیا، سوئٹزرلینڈ اور مغربی جرمنی و مشرقی جرمنی کی کیرم فیڈریشنوں کی پوری حمایت حاصل تھی۔ بابو سے برلن میں ملاقات کے دوران میں نے جی ڈی آر کی کیرم فیڈریشن کی طرف سے انھیں یقین دلا دیا تھا کہ ہم ICF کے قیام کی حمایت کرتے ہیں اور اس میں شرکت کے لیے تیار ہیں۔ لیکن کیونکہ مجھے ہوائی جہاز میں وقت پر سیٹ نہ مل سکی میں عین وقت پر شرکت نہ کر سکا۔ پھر بھی میں نے پیغام بھیج دیا تھا کہ ہماری شرکت کو مانا جائے۔ ہم آئی سی ایف کے قیام میں شامل ہیں۔ عالمی کیرم فیڈریشن کے قیام سے ساری دنیا میں کیرم کو فروغ دینے کے لیے نئے امکانات پیدا ہو گئے تھے۔

عالمی کیرم فیڈریشن کا صدر سوئٹزرلینڈ کے مارٹن ماریکو اور سکریٹری جنرل ہندوستان کے بنگارو بابو کو منتخب کیا گیا۔ مالدیپ کے ظہیر نصیر کو خزانچی بنایا گیا۔

نومبر ۱۹۸۹ء میں مغربی جرمنی کے شہر ہائیڈل برگ میں پہلا International Carrom Federtion Cup کیا گیا، جس میں میں بھی شریک تھا۔ دونوں جرمن فیڈریشنوں کے نمائندوں کے علاوہ سوئٹزرلینڈ اور شری لنکا، مالدیپ اور نیدرلینڈ بھی شریک تھے۔

ماریا اروڈیم کو میں نے کمرے میں دستانے پہنے ہوئے وہیں دیکھا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر ہاتھوں میں ٹھنڈ لگ گئی تو پھر وہ نہیں کھیل پائے گا۔ میں نے دیکھا کہ ماریا اکیلا بیٹھا کیرم

بورڈ پر ایک گوٹ کو بار بار ایک ہی زاوئے سے کھیل رہا ہے اور تھکتا نہیں ہے۔ مجھے کچھ عجیب سا لگا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ماریا نے ایک شارٹ میں غلطی کر دی تھی اور بنگارو بابو نے اسے ہدایت کی تھی کہ بس اسی شاٹ کی مشق کرتے رہو جب تک کہ اس میں پکے نہ ہو جاؤ۔

ہائڈل برگ میں آئی سی ایف کپ کے اختتام پر جب انعامات دینے کے لیے تقریب منعقد کی گئی تو اس میں بولتے ہوئے میں نے اپنے میزبان کو ایک 'مائیسین چائنا' کا گلدان تحفے میں پیش کیا جو میں برلن سے روانہ ہوتے وقت اپنے ساتھ لیتا گیا تھا اور یہ بھول گیا تھا کہ وہ مجھے میری اہلیہ نے کافی مہنگا خرید کر میری سالگرہ پر بطور تحفہ دیا تھا۔ جس کا طعنہ آج تک سننا پڑتا ہے۔

ہائڈل برگ میں مردوں کے سنگلس میں ناگ سین اتا مبے نے ٹرافی جیتی۔ دوسرے نمبر پر اسی کی ٹیم کا مہندر تامبے اور تیسے نمبر پر ماریہ اردو یم آئے۔ چوتھے مقام پر غوث خان تھا۔ پانچویں مقام پر شری لنکا کا وراج فرنا ندو اور چھٹے اور ساتویں نمبروں پر جرمنی کے بیشا ئیل کریگر اور ڈیٹر اسکورزنسکی آئے۔ جبکہ سری لنکا کا گنا سیری آٹھویں نمبر پر رہا۔ ٹیمس چیمپئن شپ میں پوزیشن اس طرح تھی: ہندوستان، سری لنکا، مالدیپ، نیدرلینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ۔

ہائیڈل برگ سے لوٹ کر ہم نے اور زیادہ جوش خروش سے کیرم کی سرگرمیاں کیں۔ ۱۹۹۰ء میں ۱۷؍ اور ۱۸؍ مارچ کو سوئٹزرلینڈ کے شہر باسیل کے تجارتی میلے میں ایک کیرم ٹورنامنٹ رکھا گیا تھا۔ میں برلن سے آٹھ دس لوگوں کی ٹیم کو لے کر وہاں پہنچا، جس میں ڈریسڈین کا کھلاڑی اندریاز فشر بھی شامل تھا۔ جس کا پیشہ برف پر دوڑ کرنے والے کھلاڑیوں کی کوچنگ تھا۔ اس ٹورنامنٹ میں ہندوستان، سری لنکا، نیدرلینڈ اور جرمنی کے کھلاڑیوں نے بھی حصہ لیا۔ دونوں انعامات ہندوستان کے مہندر تامبے اور ماریہ اِردوَیم نے جیتے۔ جبکہ تیسے نمبر پر سری لنکا کا بریڈلی ماتھیاز آیا۔

□□□

پہلوانوں کے بیچ بالشتیہ

اسی زمانے میں ہم نے کوشش کی کہ ہماری جی ڈی آر کیرم فیڈریشن کو جی ڈی آر کی کھیل اور جمناسٹک فیڈریشن DTSB کا رکن بنا لیا جائے۔ مگر یہ آسان نہ تھا۔ DTSB کے لیڈروں کی ناک بہت اونچی تھی۔ ان دنوں جی ڈی آر کے کھیل کا جھنڈا اولمپک کھیلوں اور ورلڈ چیمپین شپ کے میچوں میں بہت اونچا رہتا تھا۔ یہاں کے کھلاڑی روس اور امریکہ کے بعد سب سے زیادہ میڈل حاصل کرتے تھے۔ پھر ان کے سامنے کیرم کی کیا حیثیت تھی۔ وہ بھی ایک ایسا کھیل جو ہندوستانی برصغیر سے آیا تھا جسے سمجھانے کے لیے ہم خود اکثر Finger billiard جیسے نام استعمال کرتے تھے۔ میں جانتا تھا کہ اگر ہمیں کیرم کو تسلیم کرانا ہے تو اس کے لیے یہاں کی سرکاری کھیل اور جمناسٹک فیڈریشن کا رکن بننا بہت ضروری ہے۔ اور اس کے لیے سب سے پہلے میڈیا کو جیتنا ہوگا۔ چنانچہ ہم نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ میں کیونکہ یہاں غیر ملکی نامہ نگار کی حیثیت سے رجسٹر تھا اس لیے سبھی اخبارات اور ریڈیو اسٹیشنوں سے رابطہ تھا۔ جنھوں نے ہماری سرگرمیوں کی کھل کر تعریف کی۔ میں نے بلیرڈ فیڈریشن سے بھی رابطہ کیا جو DTSB کی رکن تھی۔ اس کا جنرل سکریٹری مانفریڈ اُزما کیرم سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ ہماری کیرم اسپورٹس فیڈریشن کا ممبر بننے کے لیے تیا ہوگیا۔ ہم نے اسے اپنی فیڈریشن کا بھی جنرل سکریٹری بنا لیا۔ اور باقاعدہ ایک تفصیلی میمورنڈم کیرم کی افادیت کے بارے میں DTSB کی ایکزیکیٹو کو بھیج دیا۔ اخبارات کے تراشوں اور تصاویر کے ساتھ۔ ان میں دکھایا گیا تھا کہ کس طرح اسکولوں میں بچے، ضعیف لوگوں کے

ہاسٹلوں میں بوڑھے اور اپاہج اور نوجوانوں کے کلبوں میں لڑکے اور لڑکیاں کیرم کھیلتے اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

ایک دن مجھے ڈی ٹی ایس بی کی صدارتی کمیٹی کی طرف سے ایک خط ملا۔ لکھا تھا:
''ڈی ٹی ایس بی'' کی صدارتی کمیٹی نے طے کرلیا ہے کہ کیرم فیڈریشن کو ممبر بنالیا جائے گا۔ ۷ جولائی ۱۹۹۰ء کو صبح ۱۰ بجے DTSB کی مرکزی کونسل کی میٹنگ Kienbaum میں ڈی ٹی ایس بی کے اسپورٹس کالج میں ہوگی۔ ہم آپ کو مدعو کرتے ہیں کہ اس میں بحیثیت مہمان شرکت کیجئے۔'' جلسے کے ایجنڈا میں نئی فیڈریشنوں کا الحاق بھی شامل تھا۔

میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچ گیا۔ یہ جلسہ برلن سے تقریباً سو کیلومیٹر دور ایک خوبصورت جھیل کے پاس شاندار عمارت میں تھا۔ جی ڈی آر کی سب اسپورٹس فیڈریشنوں کے صدر وہاں پر موجود تھے۔ ان میں سے چند سے مجھے ذاتی طور سے گفتگو کرنے کا اور کیرم کی افادیت کو سمجھانے کا موقع بھی ملا جن میں shotput کی اولمپک فاتح ماریتا گمیل اور چند دیگر نامور کھلاڑی تھے۔

ہر شخص یہ جاننا چاہتا تھا کہ ہماری فیڈریشن کے کتنے ممبر ہیں اور میں چاہتا تھا کہ ان پر کیرم کی سماجی افادیت ظاہر کروں ۔ ایک صاحب نے بتایا کہ وہ، جی ڈی آر کے مچھلی اسپورٹس کی فیڈریشن کے صدر ہیں۔ ان کی فیڈریشن میں تین لاکھ سے زیادہ اراکین ہیں ۔ مجھے حیرت ہوئی کہ ایک کروڑ ستر لاکھ کی آبادی کے اس چھوٹے سے ملک میں مچھلی کے اسپورٹس فیڈریشن کے تین لاکھ اراکین ہیں۔ میں نے اپنی فیڈریشن کے اراکین کی تعداد پر غور کیا جو اس وقت تین سو بھی نہیں تھی۔ لگا میں اچانک بہت پستہ قد ہوگیا ہوں۔ پھر جب اس نے کیرم فیڈریشن کے اراکین کی تعداد پوچھی تو میں بات کاٹ گیا اور کیرم کی افادیت سمجھانے لگا۔

جلسے میں پہلے سے ایجنڈے کا پرچہ تقسیم کردیا گیا تھا، جس میں دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ تین نئی فیڈریشنوں کو DTSB میں شامل کرنے کی تجویز تھی۔ جن کے نام تھے :

تیر اندازی فیڈریشن، کیرم اسپورٹس فیڈریشن اور گولف فیڈریشن۔ ساتھ ہی ان فیڈریشنوں کو ممبر بنانے کی وجوہات کے سلسلے میں الگ سے سفارشات اور ان کے بارے میں تفصیلی معلومات بھی چھاپ کر تقسیم کر دی گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد جلسہ شروع ہو گیا تھا۔ میں آخری صف میں جو مہمانوں کے لیے تھی بیٹھا تھا۔ DTSB میں شامل فیڈریشنوں کے صدر ہال میں بیٹھے تھے۔ اپنے صدارتی خطبہ میں ڈی ٹی ایس بی کے صدر Martin Kilian نے میرا خاص طور سے استقبال کیا۔ میں اکیلا غیر ملکی تھا جو وہاں پر موجود تھا۔ صدر جلسہ نے کہا کہ اس سے قبل کہ ہم دیگر مسائل پر آگے غور کریں میں چاہتا ہوں کہ اس تجویز پر فیصلہ لے لیا جائے جس میں ہم نے کیرم فیڈریشن، تیر اندازی فیڈریشن اور گولف فیڈریشن کو ڈی ٹی ایس بی کا ممبر بنانے کی سفارش کی ہے۔ عام طور سے اگر پریسیڈیم کسی فیڈریشن کے حق میں فیصلہ کر لیتی تھی تو جلسہ میں اس کی کوئی خاص مخالفت نہیں کی جاتی تھی۔ اس لیے سب نے حمایت میں ہاتھ کھڑے کر دئے۔ لیکن ایک آدمی (مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس فیڈریشن کا صدر تھا) کھڑا ہو گیا:

''ہمیں کیرم کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔ یہ کون سا کھیل ہے؟''

''!My God'' میری جان نکل گئی۔ اب یہ بحث شروع ہو گئی تو کوئی ہمیں ووٹ نہیں دے گا۔

''کیرم فیڈریشن کے صدر مسٹر نقوی خود یہاں پر مہمان کی حیثیت سے موجود ہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اس سوال کا جواب دیں۔'' صدر جلسہ نے اپنی جان چھڑائی۔

میں نے اپنی دستاویزوں، تصاویر اور اخباری تراشوں کی موٹی سی فائل سنبھالی اور ڈائس پر پہنچ گیا اور تقریباً تیس، چالیس منٹ تک کیرم کی افادیت کے بارے میں بولتا رہا۔ اسکولوں، اپاہج لوگوں اور نوجوانوں و بوڑھے لوگوں کے کلبوں کے حوالے دیتا ہوا نیز روزنامہ NeuesDeutschland, Berliner Zeitung, Der Morgen, اور TV &

Radio کی آراء کے حوالوں کے ساتھ۔ جس وقت میں نے اپنی تقریر ختم کی تو لوگوں نے زوردار تالیوں سے سراہا۔ یا تو اس لیے کہ انھیں میری باتیں پسند آئیں، یا کیونکہ میں اس جلسے میں اکیلا غیر ملکی تھا یا پھر اپنی روایت سے مجبور ہو کر۔ کیوں کہ جلسوں میں موجود جرمن عام طور سے تالیاں بجاتے ہیں، چاہے انھیں بعد میں وہ باتیں پسند نہ آئیں۔ بہر حال میں اطمینان سے اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اب میں کافی مطمئن تھا۔

صدر جلسہ نے اب ایک بار پھر لوگوں سے رائے مانگی: ''آپ نے وضاحت سن لی ہے۔ کیا اب ہم ریزولیوشن پاس کر سکتے ہیں؟''

وہ آدمی جس نے پہلے اعتراض کیا تھا، پھر کھڑا ہو گیا:

''میں پہلے یہ جاننا چاہوں گا کہ کیا بندیس ری پبلک (مغربی جرمنی) میں کیرم فیڈریشن وہاں کی اسپورٹس فیڈریشن کی ممبر ہے؟''

یہ میرے لیے سب سے مشکل گھڑی تھی۔ اگر میں کہتا ہوں کہ وہاں ایسا نہیں ہے تو پھر یہ سوال کھڑا ہو گا کہ یہاں اس کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن میں نے اپنی گھبراہٹ نہیں ظاہر ہونے دی۔

صدر جلسہ نے ایک بار پھر مجھے اشارہ کیا۔ میں اس بار ڈائس پر نہیں گیا۔ اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ پھر اطمینان سے۔

مسکراتے ہوئے کہا: ''میں آپ کو کیرم کی افادیت اور جی ڈی آر کی کیرم فیڈریشن کے بارے میں تفصیل سے بتا چکا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو ابھی ایک یا دو گھنٹے اس کے بارے میں بول سکتا ہوں۔ لیکن مغربی جرمنی میں کیا ہوتا ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔''

Es ist nicht mein Bier یہ آپ وہاں کے لوگوں سے پوچھیے۔''

ہال میں زوردار قہقہہ پڑا۔ وہ آدمی ایسا خفیف ہوا کہ جب ووٹنگ ہوئی تو اس نے بھی کیرم فیڈریشن کے حق میں ہاتھ اٹھا دیا۔

متفقہ رائے سے ہماری کیرم فیڈ ریشن کو DTSB (جرمن کھیل اور جمناسٹک فیڈ ریشن) کا ممبر بنالیا گیا۔ یہ ہمارے لیے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ اب ہم یہاں کی تسلیم شدہ قابل قدر اسپورٹس فیڈ ریشنوں میں شامل تھے۔ چنانچہ اخبار Sportecho نے جب اس جلسے کی تفصیلی روداد شائع کی تو اس میں یہ بھی لکھا:

> ''تیراندازی فیڈ ریشن، کیرم اسپورٹس فیڈ ریشن اور گولف فیڈ ریشن کی ممبر شپ کے ساتھ جی ڈی آر کی کھیل اور جمناسٹک فیڈ ریشن کے اراکین کی تعداد اب ۴۴ ہوگئی ہے۔''

DTSB کی طرف سے اور نوجوانوں و اسپورٹس کے لیے وزارت کی طرف سے ہم سے کہا گیا کہ ہم اپنی کارروائیوں کی رپورٹ اور سالانہ بجٹ پیش کریں۔ اور پھر اسپورٹس فیڈ ریشنوں کے نمائندوں کے ایک جلسے میں نوجوانوں و اسپورٹس کے لیے وزیر نے ہمیں بتایا کہ اس سال ہماری کیرم اسپورٹس فیڈ ریشن کے لیے ۶۰۰۰۰ (ساٹھ ہزار) مارک کی مدد سرکار دے رہی ہے۔ اب ہمارے سامنے سوال یہ تھا کہ اتنی بھاری رقم کو مناسب ڈھنگ سے کیسے کیرم پر لگائیں اور آئندہ سال کا بجٹ کس طرح تیار کریں۔

چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان سے پچاس کیرم بورڈ اور ان سے متعلق سامان منگایا جائے اور اپنے دس کھلاڑیوں کو مدراس (چینائی) میں دو ہفتے کی کیرم ٹریننگ کے لیے کیرم اسپورٹس فیڈ ریشن کی طرف سے بھیجا جائے، جس کی مہمان نوازی کی ذمے داری بنگارو بابو نے انٹرنیشنل کیرم فیڈ ریشن کی طرف سے لی تھی۔ ساتھ ہی ہم نے فیصلہ کیا کہ چھ افراد کی ایک ٹیم عالمی کیرم چیمپئن شپ میں شرکت کے لیے نئی دہلی بھیجی جائے۔

مدراس (چینائی) کے کوچنگ کیمپ میں ہماری فیڈ ریشن کی طرف سے جن لوگوں نے شرکت کی ان کے نام ہیں:

عارف نقوی (منیجر) نیز اندریاز کوادے، ینس کرشنر، ماریو رائن ہولڈ، اوڈو بانیا، پیٹرک ٹرمپ، یوہانیس ہیلر اور خواتین میں نکول فنک، مونیکا ڈتمان اور باربرا امیزلوتس۔

ہندوستان میں ہماری ٹیم کا دہلی، مدراس، بنگلور اور آگرہ میں بہت اچھا استقبال کیا گیا۔ وہاں مقامی کھلاڑیوں سے میچ کھیلے گئے۔ مدراس میں پرانے تجربہ کار کوچ راجا بتر نے بہت محنت سے کوچنگ کی۔ بعد میں ہمارے کھلاڑیوں نے نینی تال جا کر ہمالیہ پہاڑ کی خوبصورتی سے لطف اٹھایا۔

مدراس میں قیام کے دوران انڈین اولمپک ایسوسی ایشن کے صدر شری آدِتیان نے اپنے گھر پر ہمیں دعوت دی، جن سے میں پہلے برلن میں مل چکا تھا اور انھوں واپس لوٹ کر مندرجہ ذیل ۲۹/اپریل ۱۹۸۹ء کے خط میں مجھے لکھا تھا: (ترجمہ) آدتیان ''ڈیر نقوی صاحب، میری اہلیہ کو اور مجھے آپ سے اور آپ کے خاندان والوں سے مل کر بہت مسرت ہوئی ہے۔ ہم شکر گزار ہیں کہ آپ نے ایک دن ہمارے ساتھ صرف کیا اور ہماری کشادہ دلی سے میزبانی کی۔

اسپورٹ سینٹر میں ہماری ملاقات بہت دلچسپ تھی اور واقعی اس نے مجھے یہ سمجھنے میں مدد دی کہ جرمن جمہوری ریپبلک کھیل میں کیسے ترقی کر رہا ہے۔ ہم اسپورٹس سینٹر سے بہت متاثر ہوئے، خاص طور سے اسپورٹس سینٹر کے منشے سے کہ ''کھیل سب کے لیے ہے۔'' مجھے امید ہے کہ ہم بھی ہندوستان میں ہر ریاست میں ایسے اسپورٹس کمپلیکس قائم کر سکیں گے۔

یہ اچھا ہوا کہ آپ نے ڈاکٹر پیڈ وولفگا نگ رگنٹر کو کھانے پر اسپورٹس سینٹر میں مدعو کیا۔ میں انھیں بھی لکھوں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ مئی کے پہلے ہفتے میں میں دہلی میں ہوں گا اور تب میں اپنے دوست مسٹر اشونی کمار کو آپ کا سلام ضرور پہنچا دوں گا۔ میری اہلیہ بھی آپ کی فیملی کو دلی تہنیت پیش کرتی ہیں۔

آپ کا پُر خلوص

بی۔ سیوانتھی آدِتیان

نوٹ: براہِ کرم اپنے ہندوستان آنے کی اطلاع دیجئے۔ اپنے داماد کو بھی اپنے ساتھ لائیے گا۔''

اسی سال ۲۴ ؍مارچ کو جی ڈی آر کی کیرم فیڈریشن نے اپنی ایک میٹنگ میں، جو میری صدارت میں ہوئی تھی، یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب جرمنی میں دو الگ الگ فیڈریشنوں کی ضرورت نہیں ہے اس لیے ہماری فیڈریشن مغربی جرمنی کی 'جرمن کیرم فیڈریشن' سے الحاق کر لے گی۔

□□□

تعاون کی بہترین مثال

خوش قسمتی سے جرمنی کے دونوں حصوں کے کیرم کھلاڑیوں کے بیچ شروع ہی سے بہترین تعلقات رہے ہیں۔ دونوں اسٹیٹس کے اختلافات اور رقابتوں کا ہم نے اپنے کھیل اور کھلاڑیوں کے درمیان رشتوں پر کوئی اثر نہیں پڑنے دیا۔ ہمارے لیے کھیل کھیل ہے۔ ہماری نظروں میں کیرم ایک ایسا دلچسپ کھیل ہے جو لوگوں کے ذہنوں کو تروتازگی بخشتا ہے اور دوستی کا وسیلہ ہے۔ اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے، نا ہی ہونا چاہئے۔ چنانچہ سرد جنگ کے زمانے میں بھی ہم نے کیرم کو محفوظ رکھا اور میں مغربی جرمنی میں ہونے والے ٹورنامنٹوں میں شرکت کرتا رہا تھا۔ ایک طرح سے میں دونوں طرف کے کھلاڑیوں کے درمیان تعلقات کی ڈور بنا ہوا تھا۔ ۱۹۸۶ء میں جب مغربی جرمنی کی جرمن کیرم فیڈریشن کے قیام کے لیے Rottweil (مغربی جرمنی) میں میٹنگ ہوئی تو اس میں بھی میں شریک تھا۔ اور پھر ۱۹۸۹ء میں ہائڈل برگ میں ہونے والے پہلے ICF Cup میں شرکت کے لیے وہاں پر گیا تھا۔ چنانچہ جنوری ۱۹۹۱ء میں جب مغربی جرمن کیرم فیڈریشن کا سالانہ جلسہ ہوا تو میں اس میں بھی مہمان کی حیثیت سے موجود تھا۔ جلسہ میں جہاں سالانہ سرگرمیوں کی رپورٹ اور فیڈریشن کے بجٹ نیز آئندہ کی سرگرمیوں کے بارے میں فیصلے لیے گئے وہیں یہ سوال بھی سامنے آیا کہ گرمیوں میں انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کی جو دوسری کانفرنس مالدیپ کی راجدھانی مالے میں ہونے جارہی ہے۔ اس میں جرمن کیرم فیڈریشن (مغربی جرمن) کی نمائندگی کون کرے گا۔ جی سی ایف کے صدر ہاری ڈارن ہوفر نے مشورہ دیا کہ مالے

میں آئی سی ایف کی کانگریس میں ان کی فیڈ ریشن کی نمائندگی بھی میں ہی کروں۔ چنانچہ سب نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ عارف نقوی ان کی نمائندگی کریں گے۔

میں شش و پنج میں تھا۔ یہ کیسے ممکن ہوگا؟ میں مشرقی جرمنی (جی ڈی آر) کی کیرم فیڈ ریشن کے صدر کی حیثیت سے ICF Congress میں شرکت کرنے کے لیے جانے والا تھا۔ اب مغربی جرمنی (ایف آر جی) کی کیرم فیڈ ریشن مجھ سے نمائندگی کرنے کے لیے کہہ رہی تھی۔ اس کی میٹنگ کے اراکین کی متفقہ رائے تھی کہ میں دونوں فیڈ ریشنوں کی نمائندگی کروں۔

چنانچہ مالے میں جب ICF کی کانگریس ہوئی تو میں اس میں دو فیڈ ریشنوں کی ایک ساتھ نمائندگی کر رہا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ رات بھر ہم نے کیرم کے قاعدے قوانین کے ایک ایک نکتے پر بحث کر کے دوسرے دن Laws of Carrom کا مسودہ کانگریس کے سامنے پیش کیا جسے گھنٹوں بحث کے بعد قبول کیا گیا۔ سب سے زیادہ بحث ایک فضول سے سوال پر ہوئی۔ کسی نے (میرے خیال سے شری لنکا کے ایک ساتھی نے) یہ سوال اٹھا دیا کہ کیرم میں ہم Century کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو غلط ہے۔ ذہن سو (۱۰۰) کی طرف جاتا ہے۔ جبکہ کیرم میں ایک بورڈ میں زیادہ سے زیادہ بارہ (۱۲) پوائنٹ بن سکتے ہیں۔ بات میں وزن تھا۔ تو پھر کون سا فقرہ استعمال کیا جائے۔ کسی نے کہا Grand Slam ہونا چاہیے، کسی کی رائے تھی کہ Royal Slam رکھا جائے۔ پھر کسی نے کہا کہ اس سے بادشاہت اور محکومیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جب بحث بہت بڑھ گئی اور سب لوگ تھکنے لگے تو میں نے آہستہ سے کہا: ''بھئی میں تو کہوں گا کہ White Slam اور Black Slam رکھ دیا جائے۔''

سب کی باچھیں کھل گئیں اور انھوں نے یہ رائے قبول کر لی۔

Laws of Carrom کے علاوہ سب سے زیادہ بحث جس بات پر ہوئی وہ تھی پہلی عالمی چیمپین شپ جو اسی سال اکتوبر میں ہندوستان میں ہونے والی تھی۔ چنانچہ جب آل

انڈیا کیرم فیڈ ریشن کے جنرل سکریٹری اشوک شرما نے مائک سنبھالا تو ہال میں سب کی نظریں ان پر لگی ہوئی تھیں۔

اشوک شرما نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہندستان اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اکتوبر میں عالمی چیمپین شپ کی میزبانی کر سکے۔ اسے تیاری کے لیے کچھ اور موقع دیا جائے۔ اشوک کے یہ الفاظ سب پر بجلی بن کر گرے۔ کیوں کہ اس طرح سے عالمی چیمپین شپ ایک سال کے لیے ملتوی ہو جاتی۔ میں نے اشوک کی اس بات کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ اس کی کیا گارنٹی ہے کہ اگلے سال بھی وہ عین موقع پر ایسا نہیں کہیں گے۔ میں نے اشوک سے کہا کہ وہ اپنی فیڈ ریشن میں اس معاملے پر پھر سے غور کریں اور ہمیں جلد سے جلد اطلاع دیں۔ آئی سی ایف کانگریس میں شریک بھی لوگوں نے اشوک کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی فیڈ ریشن میں پھر سے غور کریں اور تین مہینے کے اندر جواب دیں۔

کانفرنس کے بعد ہمارے ایک جلسے میں ہندوستانی سفیر اور مالدیپ کے بعض اہم لوگوں نے شرکت کی۔ ہم مالدیپ کے ایک جزیرے پر ناؤ سے تفریح کے لیے بھی گئے اور نئی نیکریں پہنے ہوئے سمندر کے پانی سے لطف اندوز ہوئے۔ میرے پاس آج بھی ایک تصویر موجود ہے جس میں میں، اشوک شرما، مدگل روجرا اور کئی دوسرے لوگ موجود ہیں۔ سب کی توندیں پھولی ہوئی ہیں مگر ان کی نیکریں پانی سے اور بھی زیادہ پھول گئی ہیں۔ اس دن اندازہ ہوا کہ لوگ اکثر اپنے لباس کے نیچے بیش بہا خزانوں کو چھپائے رہتے ہیں۔ مجھے اس تصویر پر آج بھی ہنسی آتی ہے۔ عجیب عجیب حلیہ تھا ہم لوگوں کا۔

مالدیپ کے اس جزیرے میں پہنچ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے جنت میں پہنچ گئے ہیں۔ چاروں طرف پام کے پیڑ اور خوبصورت سینریاں، سمندر کا شفاف نیلگوں پانی اور اس میں رقص کرتی لاکھوں رنگ برنگی مچھلیاں۔ لیکن ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ دوسرے دن ہمیں ہوائی جہاز سے تری وندرم جانا تھا۔

تری وندرم سے بابو مدراس چلے گئے۔ میں اشوک شرما کے ساتھ ٹرین میں حیدر آباد

تک رہا، جہاں سے مجھے لکھنؤ جانا تھا۔ راستے میں اشوک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ نقوی صاحب مجھے امید نہیں تھی کہ آپ مجھ پر اتنی سخت تنقید کریں گے۔ میں نے اشوک کو یقین دلایا کہ میری ان سے کوئی ذاتی مخالفت نہیں ہے۔ بات اصول کی تھی۔ ہم دو برس سے اعلان کر رہے ہیں کہ ۱۹۹۱ء میں دہلی میں پہلی عالمی چیمپین شپ ہوگی۔ سب سے اس کے لیے تیاری کی اپیلیں کر رہے ہیں۔ بعض کھلاڑیوں نے اس کے لیے چھٹیاں بھی لے رکھی ہیں۔ اب عین وقت پر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ چیمپین شپ کو ٹالا جا رہا ہے۔ میں نے اشوک کو یقین دلایا کہ اگر ہندوستان کی کیرم فیڈریشن مناسب فیصلہ کرے گی تو ہم اپنی طرف سے پورا تعاون کریں گے۔

اشوک ایکدم جوش میں بولے: ''آپ وعدہ کرتے ہیں، کہ پورا تعاون کریں گے۔''

میں نے اشوک کو جرمنی کے کھلاڑیوں کی طرف سے پورا یقین دلایا۔ اشوک نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے ہلایا اور جوش میں بولے: ''میں یقین دلاتا ہوں کہ پہلی عالمی چیمپین شپ اکتوبر میں دہلی میں ہوگی۔ اندرا گاندھی انڈور اسٹیڈیم میں۔''

مجھے ایسا لگا جیسے وہ مالے کی کانفرنس میں مطمئن نہیں تھے۔ ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے وہاں ان کو کم اہمیت دی گئی ہے۔ چنانچہ جھونک میں کہہ گئے تھے کہ عالمی چیمپین شپ ملتوی کر دی جائے۔

□□□

یوروپین کیرم کنفڈریشن کا تصور

مالدیپ کی راجدھانی میں ICF کی جو دوسری کانگریس ہوئی تھی اس میں فیصلہ کیا گیا تھا کہ ایشیائی کیرم کنفڈریشن اور یوروپین کیرم کنفڈریشن قائم کی جائیں۔ متفقہ رائے سے یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے لیے مجھے کنویز نامزد کیا گیا تھا جبکہ ایشیائی کیرم کنفیڈریشن کا کنویز بنگارو بابو کونامزد کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب میرے سامنے دواہم کام تھے۔ یوروپ کے کیرم کھلاڑیوں کو یکجا کرنا اور عالمی چیمپین شپ میں شرکت کے لیے جرمن کھلاڑیوں کو تیار کرنا۔ اس وقت تک یوروپ میں صرف مشرقی اور مغربی جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں کیرم کی فیڈریشنیں تھیں۔ ہمارے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ دیگر یوروپین ممالک میں کیرم فیڈریشنیں کیسے قائم کروائی جائیں۔ انھیں دنوں لندن سے کرشن شرما نے فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہندوستان سے کچھ کیرم بورڈ منگانا چاہتے تھے۔

دوران گفتگو میں نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ اگر برطانیہ میں فیڈریشن قائم کرلیں تو ICF ان کی مدد کرسکتی ہے۔ وہ اس کے ممبر بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو کے لیے کرشن شرما برلن میں میرے پاس آئے اور میرے گھر پر ہی قیام کیا۔ میں نے انھیں ICF کی طرف سے پہلی عالمی چیمپین شپ میں شرکت کی دعوت دی، جسے انھوں نے شوق سے قبول کیا۔ میں نے ان کا رابطہ آئی سی ایف کے جنرل سکریٹری بنگارو بابو سے بھی کروایا۔

۲۱ ستمبر ۱۹۹۱ء کو ہم نے مشرقی برلن میں یہاں کے سب سے بڑے اور ماڈرن کھیل و تفریح کے مرکز SEZ میں کیرم کا ایک یوروپین کیرم فیڈریشن منعقد کیا جس میں مشرقی اور

مغربی جرمنی نیز ہالینڈ اور انگلینڈ کے ساتھ سے زیادہ کھلاڑیوں نے شرکت کی۔ ابھی ہمارا ٹورنامنٹ شروع ہونے جا ہی رہا تھا کہ برلن کے لارڈ میئر ایبر ہارد ڈ دیپکین نے وہاں پہنچ کر سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے دیپکن کا کھلاڑیوں کی طرف سے خیر مقدم کیا اور انھوں نے کیرم کے بارے میں ایک ایک بات کرید کرید کر پوچھی اور کھلاڑیوں کو شبھ کامنائیں دیں ۔ دوسرے دن مشاورتی میٹنگ تھی جس میں آئی سی ایف کی مالدیپ میں ہوئی دوسری کانگریس کے اس فیصلے کی حمایت کی گئی کہ یوروپین کیرم کنفیڈریشن (ECC) قائم کی جائے اور اس کا کنوینر میں (عارف نقوی) رہوں گا۔ نیز یہ کہ ECC کے قیام کے لیے کوششیں جاری رکھی جائیں گی اور سوئٹزرلینڈ کی کیرم ایسوسی ایشن سے جو اس وقت وہاں موجود نہیں تھی اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا جائے گا۔

□□□

پہلی عالمی کیرم چیمپین شپ

ایک مہینے کے بعد ۹ ر سے ۱۲ ر اکتوبر ۱۹۹۱ء تک نئی دلی میں اندرا گاندھی انڈور اسٹیڈیم میں پہلی عالمی چیمپئین شپ منعقد کی گئی۔ جو مندرجہ ذیل اقسام کی تھی:

- ٹیموں کے مقابلے (خواتین اور مردوں کے الگ الگ)
- سنگلس کے مقابلے (خواتین اور مردوں کے الگ الگ)
- ڈبلس کے مقابلے (خواتین اور مردوں کے الگ الگ)

اشوک شرما نے اس کی تیاری کا بڑا شاندار بندوبست کیا تھا۔ ہم سب حیران تھے۔ بالکل اولمپک کھیلوں کی طرح کھلاڑیوں کا مارچ پاسٹ، نہ جانے کتنے وزیروں کی آمد، روزانہ نو گھنٹے آل انڈیا ریڈیو سے کیرم کا لائف براڈ کاسٹ، درجنوں امپائروں کی نگرانی میں روزانہ ہزاروں تماش بینوں کے سامنے میچ اور کھلاڑیوں کے ہوٹل میں قیام، کھانے اور ٹرانسپورٹ کا بہترین بندوبست۔ حالانکہ چیمپین شپ میں جن کیرم بورڈوں کا استعمال کیا جارہا تھا ان سے کوئی خوش نہیں تھا۔ پتہ نہیں کہاں سے ان لوگوں کو بنگلور کی ایک فرم Toys نے پکڑ لیا تھا اور یہ لوگ اس کے جھانسے میں آ گئے تھے۔

چیمپئن شپ کا افتتاح مختلف ممالک کے کھلاڑیوں کے مارچ پاسٹ سے کیا گیا۔ جس میں ہندوستان، شری لنکا، مالدیپ، ملیشیا، سوئٹزرلینڈ، اور جرمنی (مشرقی جرمنی) کی ٹیمیں اور برطانیہ اور ہالینڈ سے ایک ایک فرد شامل تھا۔ ہر ٹیم کے آگے ایک خوبصورت ہندوستانی خاتون ساڑی پہنے اور ہاتھ میں اس ملک کا جھنڈا لیے چل رہی تھی۔ جرمن ٹیم میں میں اور

میرے ساتھ ایک لڑکی اندریا بوگش اور اس کے پیچھے انگو اسپون ہولز، میشائیل، مائک، اور نینو وِنکاتس تھے۔ برطانیہ کی طرف سے صرف کرشن شرما وہاں پر موجود تھے۔ ہمیں اس بات کا افسوس تھا کہ مغربی جرمنی (ایف آر جی) کی کوئی ٹیم وہاں نہیں تھی۔ صرف ہاری ڈان ہوفر وہاں پر تھے۔

مجھے اس موقع پر ایک دلچسپ واقعہ یاد آرہا ہے۔ تیسرے پہر کو مجھے یہ بتایا گیا کہ اب ہماری ٹیم کے کھلاڑیوں کا آج کوئی میچ نہیں ہے۔ اگلا میچ دوسرے دن ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنے کھلاڑیوں سے کہا کہ اگر وہ آرام کرنے کے لیے ہوٹل میں جانا چاہتے ہیں تو کار سے چلے جائیں۔ شام کو اچانک لوگ ڈھونڈھتے ہوئے آئے کہ جرمن کھلاڑی کہاں ہیں ان کے میچ ہیں۔ چنانچہ کار بھیج کر انھیں ہوٹل سے بلوایا گیا۔ رات کے تقریباً ۲ بج رہے تھے۔ سارا ہال خالی تھا۔ تماش بین جا چکے تھے۔ سارا ہال بڑے بڑے بلبوں سے جگمگا رہا تھا۔ دو کھلاڑی آپس میں میچ کھیل رہے تھے۔ ہماری ٹیم کا ایک کھلاڑی اور ہالینڈ کا ایک کھلاڑی۔

چیف ریفری اپنی میز پر دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑے ہوئے سو گئے تھے۔ میچ کو کھلانے والے دونوں امپائر اونگھ رہے تھے۔ آئی سی ایف کے جنرل سکریٹری بنگارو بابو بھی ایک طرف گیلری میں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ دراصل کیرم کے قانون اسی سال مالے میں آئی سی ایف کی دوسری کانگریس میں پاس کئے گئے تھے۔ نہ ہی کھلاڑی ان سے مانوس تھے نہ امپائر۔ چنانچہ جتنی گوٹیں پاکیٹ میں جاتی تھیں اتنی ہی فاؤل سے باہر نکال لی جاتی تھیں اور میچ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ دو کھلاڑیوں کے بیچ کیرم کا اتنا یادگار میچ نہ کبھی پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھنے میں آیا ہے۔

بعد میں اس واقعے کو بنیاد بنا کر میں نے ایک ڈرامہ Umpire لکھا، جو پہلے ورلڈ کپ کے موقعے پر انگلستان کے شہر لیوٹن میں انگریزی میں کھیلا گیا اور بہت کامیاب ہوا۔

عالمی چیمپئن شپ کے نتائج مندرجہ ذیل ہیں:

سب مقابلوں میں ہندوستان کے کھلاڑی چھائے رہے۔

ہندوستان کا ماریہ اروڈیم مردوں میں عالمی چیمپین بنا۔ خواتین میں انورا جو عالمی چیمپین بنی۔ ٹیموں میں بھی ہندوستان پہلے نمبر پر رہا۔

ہماری ٹیم جو کافی ناتجربہ کار تھی سب ڈسپلنوں میں ناکام رہی۔ البتہ مائک نے کچھ اچھا کھیل دکھایا اور نینو وِزکاٹس نے آٹھواں مقام حاصل کیا اور سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ عجیب بات ہے کہ شری لنکا کے کھلاڑی ہندوستان کے بعد سب سے اچھے کھلاڑی ہونے کے باوجود شروع میں ہی باہر ہو گئے اور مردوں کے سنگلس ایونٹ میں کوئی جیت حاصل نہ کر سکے۔

اس کی وجہ میرے خیال میں اس وقت کا ناقص 'ناک آوٹ سسٹم' تھا۔ ان کے ابتدائی میچ ہی ہندوستانی کھلاڑیوں سے پڑ گئے اور وہ ہار کر باہر ہو گئے۔ خیر اس کا فائدہ کچھ حد تک ہمیں ضرور ہوا۔ مردوں کے سنگلس میں پہلے مقام پر آنے والے کھلاڑیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔	ماریہ اروڈیم	(ہندوستان)
۲۔	اروکیاراج	(ہندوستان)
۳۔	راجو کتارے	(ہندوستان)
۴۔	مہندر تابے	(ہندوستان)
۵۔	ابراہیم عادل	(مالدیپ)
۶۔	تھامس فشر	(سوئٹزرلینڈ)
۷۔	روسلان بابا	(ملیشیا)
۸۔	نینو وِزکاٹیس	(کیرم اسپورٹس فیڈریشن جرمنی)

خواتین کے سنگلس:

۱۔	انوراجو	(ہندوستان)
۲۔	سنگیتا چندورکر	(ہندوستان)
۳۔	امیتھا وکرماسنگھے	(شری لنکا)
۴۔	روہنی ماتھیاز	(شری لنکا)

اس چیمپین شپ میں جہاں مجھے بہت سی باتیں پسند آئیں وہیں یہ بات بھی کھلی کہ بورڈ اچھے نہیں تھے اور کھلاڑی کوئی بڑا کمال نہیں دکھا پائے۔ دوسرے یہ کہ بہت سے کھلاڑی جو بڑی تمناؤں کے ساتھ وہاں آئے تھے، ناک آوٹ سسٹم کی وجہ سے مایوس تھے۔ مثلاً جرمنی کی ایک سترہ سالہ لڑکی وہاں پر صرف ایک میچ کھیل سکی۔ خیر شکر ہے کہ اب میچ اس طرح نہیں ہوتے ہیں۔ کمزور سے کمزور کھلاڑی بھی کم سے کم چھ سات کھلاڑیوں سے میچ کھیل لیتا ہے۔

پہلی عالمی چیمپین شپ کی کامیابی سے کیرم کے کھیل کو عالمی سطح پر مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان مقابلوں کے بعد جب میں اپنے آبائی شہر لکھنؤ گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں پر چاروں طرف گلیوں میں نئے نئے کیرم کے کلب قائم ہو گئے ہیں۔ حالانکہ وہاں کے کھلاڑی پرانے طریقے سے کھیلنا چاہتے تھے اور آئی سی ایف کے قوانین کو قبول کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔ ان کی نظر میں کوئن کے پوائنٹ ابھی بھی پانچ تھے اور گیم ۲۹ پوئنٹ کا تھا۔ انگوٹھے سے پیچھے کی طرف کھیلنے Thumbing کو وہ بچوں کا کھیل سمجھتے تھے۔

پہلی چیمپین شپ کے بعد جرمنی میں بھی ہماری سرگرمیوں میں تیزی آگئی تھی۔ ہم کوشش کر رہے تھے کہ اس کھیل کو سارے یورپ میں پھیلائیں۔ اس کام میں مجھے مغربی جرمنی (ایف آر جی) کی کیرم فیڈریشن .G.C.F اور برطانیہ کے کرشن شرما سے بہت تعاون ملا۔

۱۹۹۱ء میں ہی مجھے پولینڈ میں ہندوستانی سفیر جگناتھ ڈودانی نے، جو میرے اچھے دوست تھے اور ۱۹۹۰ء تک برلن میں بھی سفیر رہ چکے تھے اور کیرم کے فروغ کے لیے میری

کافی مدد کی تھی، وارسا میں اپنے گھر پر ایک ہفتہ قیام کے لیے دعوت دی۔ وہاں پر انھوں نے میری ملاقات Non Competitive Sports کی فیڈریشن کے عہدیداروں سے بھی کروائی۔ وہ کیرم کے بارے میں تفصیلات کو سن کر اتنا خوش ہوئے کہ انھوں نے پولینڈ میں اس کھیل کو مقبول بنانے کا وعدہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میں اگلے سال وہاں ان کے اسپورٹس ٹیچروں کے گرمیوں کے کیمپ میں چند کیرم بورڈ اور کچھ کھلاڑیوں کو برلن سے لا کر سب کو کیرم سکھاؤں ۔ دوسرے سال جب میں بنگارو بابو کو لے کر وارسا گیا اور ہندوستانی سفیر ڈوڈا منی کے گھر پر دوبارہ ٹھہرا تو اس وقت بھی پولینڈ کی Non Competitive Sport کی فیڈریشن نے ہمیں پورے تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ بعد میں میں اپنی کار میں برلن کے دو کیرم کھلاڑی اوتھمار اور اس کی بیوی اور چند کیرم بورڈوں کو لے کر گیا اور سیراکو ونامی مقام پر ان کے گرمیوں کے کیمپ میں ایک ہفتہ قیام کر کے کیرم کے بارے میں سمجھایا۔

□□□

دو جرمن فیڈ ریشنوں کا الحاق

۱۹۹۱ء میں دونوں جرمن کیرم فیڈ ریشنوں کے درمیان تعاون کافی بڑھ گیا تھا اور ہم اب یہ محسوس کر رہے تھے کہ جی ڈی آر کی کیرم فیڈ ریشن اور ایف آر جی کی کیرم فیڈ ریشن کو ایک دوسرے میں ضم ہو جانا چاہیے، کیونکہ اب جرمنی کے دونوں حصے بھی ایک ہو رہے تھے اور کیونکہ دونوں جگہ کی کیرم فیڈ ریشنوں نے کبھی ایک دوسرے کو حریف نہیں سمجھا تھا بلکہ ہمیشہ آپس میں تعاون کیا تھا اس لیے یہ الحاق اور بھی ضروری اور آسان تھا۔ چنانچہ ۱۹۹۲ء کے شروع میں ہم نے آپس میں مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا۔

جی ڈی آر کی کیرم اسپورٹس فیڈ ریشن جرمن کیرم فیڈ ریشن میں شامل ہو جائے۔ جرمن کیرم فیڈ ریشن کے بھی اراکین اس بات سے اس قدر خوش ہوئے کہ جب مشترکہ فیڈ ریشن کے اجلاس میں مجلس عاملہ کا انتخاب ہوا تو انھوں نے خود ہی مجھے (عارف نقوی کو) اتفاق رائے سے اپنا صدر منتخب کیا۔ مارکس اینزے کو جس کا تعلق شہر میونسٹر (مغربی جرمنی) سے تھا نائب صدر چنا گیا۔

اسی سال میں نے کوشش کی کہ جرمن اسپورٹس فیڈ ریشن میں جرمن کیرم فیڈ ریشن کو داخل کیا جائے۔ جرمن اسپورٹس فیڈ ریشن کے صدر مانفریڈ فان رِشت ھوفین سے میں ان کے گھر پر جا کر ملا۔ انھوں نے مجھے اس سلسلے میں کافی اطمینان دلایا مگر جب ہم نے باقاعدہ اس کے لیے کوشش کی تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ تبھی ممکن ہے جب سارے جرمنی کے پیمانے پر ہماری فیڈ ریشن کے بیس ہزار ممبر ہوں اور برلن میں کم سے کم دس ہزار ممبر ہوں۔ اور اس طرح ہماری امیدوں پر پانی پھر گیا۔

□□□

برطانیہ میں پہلا انٹرنیشنل ٹورنامنٹ

کرشن شرما کی کوششوں سے ۱۹ر سے ۲۰ر اپریل ۱۹۹۲ء تک لندن کے YMCA کے ہال میں برٹش اوپن کیرم ٹورنامنٹ کا انعقاد کیا گیا، جس میں جرمنی سے پچاس کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ دراصل میں نے کرشن سے پوچھا تھا کہ انھیں جرمنی سے کتنے کھلاڑی چاہئے ہیں؟ کرشن ان دنوں بڑے جوش میں تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ جتنے زیادہ کھلاڑی جرمنی سے آسکیں میں انھیں لیتا آؤں۔ وہ شاید سمجھتے تھے کہ اتنے کھلاڑے اپنے خرچ سے وہاں نہیں آئیں گے۔ میں نے برٹش اوپن کی جرمنی میں اچھی ہوا باندھی۔ نتیجہ یہ کہ یہاں سے پچاس کھلاڑی جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں نے یہ اطلاع کرشن کو دی۔ مگر ان کا کہنا تھا کہ کوئی بات نہیں جتنے آسکیں انھیں لے آؤ۔ بہر حال جب پچاس کھلاڑی وہاں پہنچ گئے تو کرشن بوکھلا گئے۔ اتنے کھلاڑیوں کو ٹھہرانے کے لیے وائی ایم سی میں جگہ نہیں تھی۔ خیر ایک یوتھ ہوٹل میں بہت سے کھلاڑیوں کے لیے بندوبست کیا گیا۔

میں برلن سے پہلے کولون گیا اور پھر وہاں سے ہم ایک بس میں، جو ہم نے کرائے پر لی تھی، ہالینڈ ہوتے ہوئے لندن کے لیے روانہ ہوئے۔ میرے ساتھ بس میں بنگارو بابو (جو ہمارے مہمان تھے) اور امریکہ کا بلی اسٹیونس بھی موجود تھے۔ بلی ڈبلس کے میچ کھیلنا چاہتا تھا۔ بابو نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اس کے ساتھ پارٹنر شپ میں کھیلوں، بجائے اس کے کہ وہاں بیٹھ کر بور ہوں۔

چنانچہ میں وہاں پر بلی کے ساتھ پارٹنر شپ میں کھیل رہا تھا۔ سنگلس میں جرمن

کھلاڑی بہت اچھا کھیلے لیکن سوئٹزرلینڈ کے کھلاڑی کامیاب رہے۔ ڈبلس میں نہ جانے ہم دونوں کی جوڑی کیسے فائنل میں پہنچ گئی۔ سوئٹزرلینڈ کے راجر مایر اور پیٹر باؤم گارٹنر سے (جس نے سنگلس کا فائنل جیتا تھا) ہمارا فائنل میچ تھا۔ بلی بہت اچھا کھیلا، لیکن پھر بھی ہم آٹھ پوائنٹ سے پیچھے تھے۔ آخری بورڈ تھا۔ بلی نے بہت اچھا بریک کیا تھا۔ ہمارا مخالف کھلاڑی اپنی صرف ایک یا دو گوٹیں پاکٹ میں ڈال سکا تھا۔ اب میری باری تھی۔ پتہ نہیں میرے ہاتھ میں کہاں سے جان آ گئی تھی۔ میں نے ایک ایک کر کے باقی ساری گوٹیں پاکٹ میں ڈال دی تھیں۔ صرف ایک گوٹ بچی تھی، جو بلی کی طرف بارڈر سے چپکی ہوئی تھی۔ مخالفین کی چھ یا سات گوٹیں بورڈ پر پھیلی تھیں۔ آخری گوٹ کو کھیلنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ ڈر تھا کہ اگر وہ گوٹ نہ گئی اور خراب ہو گئی تو بلی بھی نہیں کھیل پائے گا۔

لیکن اگر میں نہیں کھیلتا ہوں تو میری دائیں طرف بیٹھا ہوا فریق اپنی دو تین گوٹیں پاکٹ کر لے گا اور ہو سکتا ہے کہ بلی کی گوٹ بھی بگاڑ دے۔ اس طرح ہم بورڈ جیتنے کے باوجود میچ ہار جائیں گے۔ چنانچہ میں نے ہمت کر کے شاٹ مار ہی دی اور ہماری وہ مشکل گوٹ خراماں خراماں پاکٹ میں چلی گئی اور ہم ایک طرح سے ہارا ہوا میچ جیت گئے۔

برٹش اوپین کے سنگلس میں سوئٹزرلینڈ کا پیٹر باؤم گارٹنر جیتا جس نے نیدرلینڈ کے ہم فان دیرشے کو فائنل میں ہرایا۔

مِکس ڈبلس میں زینا باؤم گارٹنر اور پیٹر باؤم گارٹنر کی جوڑی جیتی۔

انعامات کی تقسیم کے وقت برطانیہ میں ہندوستان کے ہائی کمشنر شری ایم۔ سنگھوی اور لیوٹن کے میئر مِک گوہا موجود تھے۔

□□□

دوسرا آئی سی ایف کپ اور امپائروں کا امتحان

۱۱ر سے ۱۳ر اپریل ۱۹۹۳ء تک لندن کے وائی ایم سی اے ہال میں دوسرے آئی سی ایف کپ کا انعقاد کیا گیا۔ جرمنی سے بھی بہت سے کھلاڑی وہاں پر گئے۔ ہماری قومی ٹیم میں اسٹیفین ڈسر، تھارسٹین تروسٹ اور فرانک کونش تھے۔ دیگر ٹیموں میں بھارت، شری لنکا، برطانیہ، مالدیپ، نیدرلینڈ اور امریکہ کے کھلاڑی تھے۔ ظاہر ہے کہ بھارت اور شری لنکا کی ٹیمیں ہی چھائی رہیں، مگر جرمن کھلاڑیوں کا کھیل بھی کافی پسند کیا گیا۔

ٹورنامنٹ میں نتائج یک طرفہ تھے۔ یعنی ایشیائی کھلاڑیوں کے حق میں۔ لیکن یوروپین کھلاڑیوں نے بھی اچھا مقابلہ کیا۔ سوئٹزرلینڈ کے تھامس فشر نے ایک White Slam مار کر شری لنکا کے ماتھیاز کو شکست دی۔ پھر بھی مردو کے سنگلس میں ہندوستان کے ناگ سین اتابھے، سروج الدین اور ارون کیدار نے پہلے تینوں مقام جیتے۔

آئی سی ایف کپ کے ساتھ ہی برٹش اوپین کے جو مقابلے ہوئے ان میں نیدرلینڈ کا ہم فان دیرشے پہلے مقام پر آیا۔ اس نے فائنل میں جرمنی کے آندرے کونش کو ہرایا۔ ڈبلس کا فائنل جرمنی کے دو جوڑوں کے درمیان ہوا۔ اُولی شارفین برگ اور تھارسٹین تھروسٹ نے فرانک کونش اور آندرے کونش کے جوڑے کو ہرایا۔ خواتین کے سنگلس میں جرمنی کی تانیا ہوف مان کامیاب رہی۔

ٹورنامنٹ کے ساتھ ہی آئی سی ایف کی طرف سے امپائروں کے لیے انٹرنیشنل امتحان بھی رکھا گیا تھا۔ جس کے ممتحن شری لنکا کے بستامی (جو ٹورنامنٹ کے چیف ریفری بھی

تھے) نیز جرمنی سے عارف نقوی (یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے صدر) اور ہندوستان سے آر۔ کے مدگل (آئی سی ایف کے ٹیکنیکل ڈائریکٹر) تھے۔ اس امتحان میں جو امیدوار پاس ہوئے ان میں سے ہندوستان کے رویندرن (جواب آئی سی ایف کے امپائرس کمیشن کے صدر ہیں)، جرمنی کے اسٹیفین ویہنر اور سوئٹزرلینڈ کے راجر مایر کے نام مجھے یاد ہیں۔ ان کے علاوہ امتحان دینے والوں میں شری لنکا، برطانیہ، مالدیپ اور امریکہ کے امیدوار بھی تھے۔ یہ امتحان ہم نے تین حصّوں میں لیے: ا۔ تحریری ۲۔ زبانی اور ۳۔ پریکٹیکل۔

تحریری امتحان میں کیرم کے قوانین کے بارے میں ہر ایک کو دو گھنٹوں میں سوالات کے جوابات لکھنا تھے۔ اس کے بعد ہم نے ان سے زبانی سوالات کئے اور اس بات کو دیکھا کہ انھیں کیرم کے قوانین کا کہاں تک علم ہے۔ بعض جوابات جو وہ تحریری امتحان میں ٹھیک سے نہیں دے پائے ہیں وہ لاعلمی کے باعث ہیں یا ان سے سوالات سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اس کے بعد پریکٹیکل امتحامات لیتے ہوئے میں نے مدگل کے ساتھ مل کر کیرم کھیلا اور جان بوجھ کر غلطیاں کیں اور اس بات کو دیکھا کہ امیدوار ہماری غلطیوں اور فاؤلس کو کہاں تک پکڑ پاتے ہیں اور ان میں میچ کرانے کی اہلیت ہے یا نہیں۔ بستامی اس وقت بہت جوش میں تھے۔ اچانک کسی نے آ کر انھیں خبر دی کہ ٹورنامنٹ میں کوئی مشکل مسئلہ فاؤل کا کھڑا ہو گیا ہے۔

بستامی فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹورنامنٹ ہال میں چلے گئے۔ شائد وہ اپنا اسٹرائکر وہیں کمرے میں چھوڑ گئے تھے، بغیر ہمیں بتائے۔

میں اور مدگل امتحانات لیتے رہے۔ امتحانات کے بعد ہم دونوں بھی ہال میں میچ دیکھنے کے لیے چلے گئے۔ اچانک بستامی کو اپنا اسٹرائکر یاد آیا۔ مگر اب وہ اسٹرائکر وہاں نہیں تھا جہاں وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے۔ بستامی کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ غصّے سے بیتاب تھے۔

''ساری زندگی یہ اسٹرائکر میرے ساتھ رہا تھا۔ آپ کو خیال رکھنا چاہئے تھا۔''

وہ مجھ سے اور مدگل سے الجھنے لگے۔ پہلے تو مجھے ان کا انداز برا لگا مگر پھر ہنسی آ گئی اور ان

کا غصہ اور بڑھ گیا۔ ایسے اسٹرائکر میں پتہ نہیں کتنے اپنے دوستوں اور کیرم کے شائقین کو تحفے میں دے چکا تھا، لیکن وہ تھے کہ آگ بگولا ہورہے تھے۔ البتہ اس چکر میں مجھے اپنے نئے کیمرے کا خیال نہیں رہا تھا، جو میں نے وہاں جانے سے قبل برلن میں خریدا تھا۔ اب وہ کیمرہ ہال میں جہاں میں رکھ کر گیا تھا، نہیں تھا۔ اب بستامی اپنا اسٹرائکر تلاش کر رہے تھے اور مجھے اپنے کیمرے کی فکر تھی۔

یہ بات میں نے صرف کرشن شرما کو بتائی، تا کہ ٹورنامنٹ کا ماحول نہ خراب ہو۔ آخر سارا دن تلاش کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ کسی نے کیمرہ ٹائلیٹ میں کھڑکی کے پاس رکھ دیا ہے۔ شاید اسے وہاں سے کھسکانے کا موقع نہیں مل پایا تھا۔

آئی سی ایف۔ کپ کے دوران میں نے وہاں پر موجود یوروپین ممالک کے نمائندوں سے یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے قیام کے بارے میں صلاح مشورہ کیا اور آگے کے اقدامات طے کئے۔

□□□

انڈو جرمن کیرم ٹِسٹ کا آغاز

۱۹۹۳ء میں ہندوستان کی قومی کیرم ٹیم ہماری دعوت پر ۱۵ر سے ۲۵ر اپریل تک ٹسٹ میچ کھیلنے کے لیے جرمنی میں مہمان رہی۔ آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے جنرل سکریٹری اشوک شرما اس کی قیادت کر رہے تھے۔ انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کے جنرل سکریٹری بنگارو بابو بھی یہاں موجود تھے۔ آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے نائب صدر دیوگوڑے اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے رویندرن بھی ٹیم کے ساتھ تھے۔ کھلاڑیوں میں ہندوستانی چیمپین ارون کیدار، ناگ سین اتامبے اور سروج الدین تھے۔

ہندوستانی ٹیم کیوں کہ فرانکفورٹ میں اترنے والی تھی اس لیے میں نے پہلا ٹسٹ میچ گیسن نامی ایک چھوٹے سے شہر کے پاس 'ویٹین' نامی قصبے میں رکھا تھا جو فرانکفورٹ کے کافی قریب تھا۔ دوسرا ٹسٹ میچ برلن میں رکھا گیا تھا۔ تیسرا اور آخری ٹسٹ میچ جرمنی کے جنوب میں برف پوش پہاڑیوں کی وادی بادرائشن ہال میں تھا، جو برلن سے تقریباً آٹھ سو کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

ہماری ٹیم میں کھیلنے کے لیے کولون سے فرانک کونش اور آندرے کونش بھی گیسن پہنچ گئے۔ میں بھی اپنی کار سے ساڑھے پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے وہاں پہنچ گیا۔ گیسین کا کیرم کلب ان دنوں بہت سرگرم تھا۔ وہاں پر ہندوستانی ٹیم کی بہت اچھی میزبانی کی گئی۔ جس کا سہرا وہاں کے اس وقت کے بہترین کھلاڑی اَپسی کیانی، جوزف ہانچل اور فائٹ کروگر کے سر جاتا ہے۔

اس سیریز کا دوسرا ٹسٹ میچ برلن میں تھا۔ چنانچہ میں اور فرانک کونش اپنی کاروں میں ہندوستانی ٹیم کو گیسین سے برلن لائے۔ برلن میں انھیں دریائے اسپرے کے کنارے ایک خوبصورت مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔ یہاں کے عالیشان Airports and Recreation Centre (SEZ) میں، جو اپنے سوئمنگ پول اور مختلف کھیلوں کی وجہ سے روزانہ ہزاروں لوگوں کی دلچسپی کا مرکز رہتا تھا اور جہاں ہمارے آٹھ کیرم بورڈ پہلے سے نسب تھے، ایک بڑے ہال میں دوسرا ٹسٹ میچ رکھا گیا۔ جس میں جرمنی کی طرف سے فرانک کونش، آندرے کونش اور پیٹر بوکر نے ہندوستانی کھلاڑیوں سے میچ کھیلے۔ انھیں دیکھنے کے لیے ہندوستانی سفیر اور برلن کے بعض اہم لوگ تشریف لائے۔ ہندوستانی سفارت خانے کے دفتر کے سربراہ شری اٹل نے کھلاڑیوں کے اعزاز میں اپنے گھر پر ڈنر دیا۔

تیسرا اور آخری ٹسٹ میچ جرمنی کے جنوب میں برف پوش پہاڑوں کی وادی بادرائشین ہال میں تھا، جو برلن سے آٹھ سو کلو میٹر دور ہے۔ میں اپنی گاڑی میں چار آدمیوں کو لے جا سکتا تھا۔ چنانچہ طے یہ کیا گیا کہ چار آدمی میرے ساتھ کار میں چلیں باقی ٹرین سے وہاں پہنچیں۔ آٹھ سو کیلو میٹر کار سے سفر، جب کہ میں اکیلا ڈرائیو کر رہا تھا کیسے طے کیا ہوگا یہ سوچ کر اب حیرت ہوتی ہے۔ خاص طور سے جبکہ جنوب میں پہاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب بھی تھکن محسوس ہوتی میں گاڑی روک کر کسی بنچ پر لیٹ جاتا اور ستا لیتا تھا۔ خیر اس وقت عمر بھی اتنی نہیں تھی جتنی اب ہے۔ بادرائشین ہال میں ہندوستانی ٹیم نے صرف میچ ہی نہیں کھیلے بلکہ پہاڑیوں اور برف باری کا بھی لطف اٹھایا اور برف پوش پہاڑیوں پر بچوں کی طرح اچھلتے رہے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم کشمیر میں گلمرگ کی سیر کر رہے ہیں۔

بادرائشن ہال میں جرمنی کی طرف سے تھارشٹین تھروسٹ، فولکمار اشمتھ اور رابرٹ ہیہین برگ نے ہندوستانی ٹیم سے میچ کھیلے۔

وہاں سے پروگرام کے اختتام پر ہندوستانی ٹیم کو فرانکفورٹ سے فلائٹ پکڑنی تھی۔ چنانچہ کچھ لوگ میری کار میں بیٹھے کچھ دوسرے جرمن کھلاڑیوں کی کاروں میں اور ہم نے

فرانکفورٹ کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر اپنے ہندوستانی مہمانوں کو خدا حافظ کہا۔

اب میں اور بابو رہ گئے تھے اور ہمیں فرانکفورٹ سے برلن تک ۶۰۰ کیلومیٹر کار سے سفر کرنا تھا۔ کئی بار تو میں نے راستے میں پارکنگ کے مقام پر اپنی گاڑی روک کر خراٹے لیے اور پھر تروتازہ ہو کر چلانے لگا اور کسی طرح سے ہم دونوں برلن پہنچے۔ مگر تھکن کا کیا عالم تھا کوئی یہ نہ پوچھے۔ سوچ کر ابھی بھی جی چاہتا ہے کہ کچھ دیر آرام کرلوں۔

انڈو جرمن کیرم ٹسٹ کا دوسرے دور کے لیے ۱۹۹۵ء میں ہمیں آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے جنرل سکریٹری اشوک شرما نے، جن سے اب میری دوستی ہو گئی تھی، Indo-German Carrom Test Series ہندوستان آنے کی دعوت دی، جو ہم نے بہ سرو چشم قبول کر لی۔ لیکن دعوت دینے کے بعد وہ خود اس دنیا میں نہیں رہے۔ ایسا لگا کہ ہمارا پروگرام بھی منسوخ ہو جائے گا۔ اسی زمانے میں ہندوستان میں آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے نئے الکشن ہوئے۔ اب ہمارے پاس ایس کے شرما کا دعوت نامہ آیا، جس میں تین جگہوں پر ٹسٹ میچ کھیلنے کے لیے بلایا گیا تھا۔ ہندوستان میں قیام کا سارا خرچ آل انڈیا کیرم فیڈریشن اٹھا رہی تھی۔

سوال یہ تھا کہ ہوائی جہاز کا کرایہ کہاں سے لایا جائے۔ چار کھلاڑیوں کو لے جانا تھا۔ جرمن کیرم فیڈریشن کا اپنا بجٹ بہت مختصر تھا۔ ہماری ناک تو بہت اونچی تھی مگر مالی حیثیت پھکو کی۔ نہ سرکاری امداد ملتی تھی نہ کوئی اسپانسر۔ بہر حال Minar Reisen نامی برلن کی ایک ٹریولنگ ایجنسی نے، جس کا مالک پاوَل ودھاون میرا دوست تھا دو ہوائی ٹکٹ دئے۔ فرانکفورٹ میں ہندوستان کا جو ٹورسٹ آفس تھا اس کے ڈائریکٹر نے بھی دو ہوائی ٹکٹ دئے اور میں چار کھلاڑیوں کو لے کر یہاں سے روانہ ہوا۔ نئی دہلی میں ہمیں ویسٹرن کورٹ میں ٹھیرایا گیا جہاں عام طور سے پارلیمنٹ کے اراکین یا ان کے مہمان ٹھہرتے ہیں۔ دوسرے دن sight seeing کا پروگرام تھا۔ ہمارے میزبانوں نے شہر میں گھمانے اور کیرم کے کھلاڑیوں سے ملانے کا بہت اچھا بندوبست کیا تھا۔ ۲۱ر فروری کو دلی میں جونیرس

کی چیمپئن شپ تھی اس میں بھی ہم بحیثیت مہمان مدعو تھے۔

۲۳رفروری کو ہماری ٹیم کا فرید آباد میں سواگت کیا گیا۔ اسکول کی ٹیچروں نے ماتھے پر تلک لگائے اور برفی سے منھ میٹھا کیا اور پھر مقامی کھلاڑیوں سے ہمارے دوستانہ میچ ہوئے۔

ہمارا پہلا اور باضابطہ ٹسٹ میچ ۲۶رفروری کو چنڈی گڑھ میں ہونا تھا۔ نئی دہلی میں ہماری قیام گاہ کے کینٹین میں ہی ہم لوگوں کے کھانے کا بندوبست تھا۔ ہر میز پر اچاروں کی کٹوریاں بھی رکھی تھیں۔ پیٹر نے سب سے پہلے انھیں پر ہاتھ مارا اور پھر اپنے ساتھیوں کو بھی اچار پیش کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ پیٹر کا پیٹ جتاتی ہے وہ سب کچھ ہضم کر لے گا مگر دوسرے جرمن کھلاڑی دیکھنے میں پہلوان مگر معدے کے نحیف ہیں۔ وہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔ میں نے انھیں منع کیا مگر تب تک فرانک کونش، جو ٹیم کا کپتان تھا، کچھ اچار کھا چکا تھا۔ رات کو بار بار میری آنکھ کھل جاتی تھی۔

فرانک کونش جو ٹیم میں سب سے ہٹا کٹا تھا کمرے میں ٹہلتا اور کھانستا پھرتا تھا۔ اسے دست آ رہے تھے۔ صبح ۶ر بجے آل انڈیا کیرم۔ فیڈریشن کے ایک عہدے دار بی کے ہرناتھ ہمیں لینے کے لیے آئے۔ اسی دن شام کو چنڈی گڑھ میں ہمارا پہلا ٹسٹ میچ تھا اور ہمیں صبح کی ٹرین سے وہاں پہنچنا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ ہماری ٹیم کے دیگر اراکین کو اپنے ساتھ لے جائیں میں پہلے فرانک کو اسپتال لے کر جاؤں گا، کیونکہ اس کا معدہ ٹھیک نہیں ہے۔

''کوئی بات نہیں۔ ہم چنڈی گڑھ میں اگلے دن میچ کھیل لیں گے۔ آج وہاں نہیں جائیں گے۔ چلیے پہلے اسپتال چلیں۔''

ہرناتھ نے مجھے دلاسا دیا۔ میں ہرناتھ کے ساتھ فرانک کو لے کر قریبی اسپتال میں پہنچا (نام مجھے اب یاد نہیں ہے)۔ ہم ڈاکٹر کے انتظار میں ایک طرف بیٹھ گئے۔ اچانک فرانک بولا:

''عارف اب میں ٹھیک ہوں۔ میرے پیٹ میں اب کوئی گڑ بڑ نہیں ہے۔'' مجھے حیرت ہوئی مگر میں نے کہا: ''اب یہاں تک آئے ہیں تو ڈاکٹر کو تو دکھانا ہی ہوگا۔''

چنڈی گڑھ میں جس ٹرین سے ہمیں پہنچنا تھا اسی میں ہندوستان کی ٹیم بھی تھی۔ وہاں کے لوگوں نے جرمن ٹیم کے استقبال کی زوردار تیاریاں کیں تھیں۔ پلیٹ فارم پر ہار پھول لیے ہوئے لڑکے لڑکیوں کی قطاریں لگی تھیں۔ لیکن جرمن کھلاڑیوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ٹرین میں سے ہندوستانی کھلاڑی نکل رہے تھے اور ہمارے ہار ان کے گلے میں ڈالے جا رہے تھے۔ بہر حال ہم تیسرے پہر کو دوسری ٹرین سے چنڈی گڑھ پہنچے۔ ہمارا زبردست خیر مقدم کیا گیا۔ جس انڈور اسٹیڈیم میں ہمارے میچ تھے جب ہم اس کی طرف بڑھ رہے تھے تو راستے میں سیکڑوں لڑکیاں اور لڑکے دونوں طرف قطاریں بنائے ہمارے اوپر پھولوں کی بارش کر رہے تھے اور گلدستے پیش کر رہے تھے۔

جب ہم چنڈی گڑھ سے دہلی واپس آئے تو وہاں ایک بار پھر ہمارا زوردار خیر مقدم کیا گیا۔ مگر مجھے ایسا لگا کہ ہمارے میزبان کچھ پریشان ہیں۔ میں کیونکہ آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے کبھی عہدیداروں سے بے تکلف تھا اس لیے ان سے وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ عدالت نے AICF کے سبھی عہدیداروں کو نوٹس دے دیا ہے کہ فیڈریشن کی طرف سے کوئی کارروائی نہ کی جائے۔

ہمارے ہی ایک ملاقاتی نے حالیہ الکشن پر اعتراض کیا ہے اور عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ یعنی اب ہندوستان اور جرمنی کے درمیان کوئی ٹسٹ میچ بھی نہیں ہو سکتا۔ یعنی ہمارا ہندوستان میں پہنچنا بے کار تھا۔ مجھے فوراً یاد آیا کہ میرا ایک دوست انِل کمار، جو لکھنؤ یونیورسٹی میں میرے ساتھ تھا، سپریم کورٹ کا وکیل ہے اور وہاں کی بار ایسوسی ایشن کا جنرل سکریٹری ہے۔ میں اپنے خاص میزبان کو لے کر اس کے پاس پہنچا۔ انیل نے سارے پہلوؤں سے غور کرنے کے بعد ہمیں یقین دلایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم اپنے ٹسٹ میچ کھیل سکتے ہیں۔ وہ AICF کی طرف سے قانونی کارروائیوں کو خود اپنے ہاتھ میں

لے گا۔ چنانچہ ہماری جان میں جان آئی۔ اب ہمارے سامنے دوسرا مسئلہ تھا۔ ایس کے شرما نے بتایا کہ لکھنؤ یا کانپور میں دوسرا ٹسٹ میچ منعقد کرنے کا جو منصوبہ بنایا گیا تھا اسے اتر پردیش کی کیرم فیڈریشن نے نامنظور کر دیا ہے۔ اس کے بس میں نہیں ہے کہ اتنی بڑی ذمے داری اٹھا سکے۔ پھر کیا کیا جائے؟ اس وقت تک ہماری ٹیم کو اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں کن مشکلات کا سامنا ہے۔ میں نے ایس کے شرما سے مشورہ کیا۔ لکھنؤ میں اپنے کیرم کے کچھ دوستوں کے نام خط لکھے اور آر کے سرن اور اقبال سے کہا کہ وہ خود لکھنؤ جا کر کیرم کے کھلاڑیوں سے ملیں۔ چنانچہ جب انھوں نے لکھنؤ کے کھلاڑیوں کو بتایا کہ عارف نقوی جرمنی سے ٹیم کو لے کر آئے ہیں اور لکھنؤ میں ہندوستان اور جرمنی کا ٹسٹ میچ کرانا چاہتے ہیں تو سب نے اس بات کا خیر مقدم کیا اور یقین دلایا کہ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ جب جرمنی اور ہندوستان کی قومی ٹیمیں لکھنؤ پہنچیں تو وہاں پر ان کا زوردار خیر مقدم کیا گیا اور ایک ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔

میرے ایک پرانے صحافی دوست وکرم راؤ کیونکہ آل انڈیا ورکنگ جرنلسٹ فیڈریشن کے صدر تھے اس لیے ہمیں ٹسٹ میچ کے لیے پریس کلب کا ہال مل گیا جہاں ہائی کورٹ کے جج حیدر عباس رضا نے، جو میرے پرانے دوست تھے، ٹسٹ میچ کا افتتاح کیا اور دھوم سے میچ کھیلے گئے۔

ہمارا تیسرا ٹسٹ میچ دلی میں Constitutional Club کے ہال میں تھا۔ جس میں مہمان خصوصی تھے: عالمی کیرم فیڈریشن کے نائب صدر اشونی کمار، دلی ہائی کورٹ کے جج وجیندر جین اور ایک پارلیمنٹ کے رکن جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں آرہا ہے۔ میچوں کے بعد جرمن کھلاڑی اپنے خرچے سے کچھ کے قریب ایک جزیرہ پر چھٹیاں منانے کے لیے چلے گئے اور میں لکھنؤ میں اپنے رشتے داروں کے پاس۔ ایک ہفتے کے بعد میں بمبئی پہنچا تو اس وقت تک فرانک، پیٹر اور اسٹیفین جرمنی واپس جا چکے تھے۔

آندرے بمبئی میں آگیا تھا۔ اسے واپس جانے کی جلدی نہیں تھی۔ اس کے قیام کا

بندوبست میں نے سن اینڈ سینڈ نامی ہوٹل میں سمندر کے کنارے کر دیا تھا۔ ہولی کا دن تھا۔ آندرے جوش میں جوہو بیچ پر چلا گیا اور پھر رنگوں سے شرابور تھا اور ہولی کا آنند اٹھا رہا تھا۔ اس کا فون آیا۔ وہ پریشان تھا کہ اس کے کپڑے رنگوں سے شرابور ہیں، ہوٹل کیسے جائے۔ میں نے مشورہ دیا کہ پہلے کچھ دیر یوں ہی مستی کرو۔ سمندر کے کنارے گھومتے رہو۔ کپڑے سوکھ جانے دو۔ پھر ہوٹل جانا نہیں تو سارا کمرہ گندہ ہو جائے گا۔

بمبئی سے مجھے فرید آباد جانا تھا، جہاں کیرم کی سینئر لیگ کے کل ہند پیمانے پر میچ تھے اور مجھے خاص مہمان کی حیثیت سے بلایا گیا تھا۔ میرا ٹرین سے ریزرویشن ہو چکا تھا۔ آندرے بھی اس ٹورنامنٹ کو دیکھنا چاہتا تھا اس لیے میں نے اس کا دعوت نامہ بھی منگوا لیا تھا۔ مگر ٹرین میں اس کا ریزرویشن نہیں تھا۔ بمبئی کے کیرم کے عہدیداروں نے ہمیں یقین دلا دیا تھا کہ کوئی بات نہیں ریزرویشن ہو جائے گا۔ چنانچہ ہم دونوں جوش میں اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ صرف ایک آدمی کا ریزرویشن ہے۔ ہمارے بمبئی کے دیگر ساتھی جو ساتھ میں سفر کر رہے تھے ہمیں یقین دلاتے رہے کہ فکر نہ کیجئے کچھ نہیں ہوگا۔ ہم بندوبست کر لیں گے۔ مگر یہ سفر ہم نے کیسے پورا کیا اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں کا ورنہ بہت وقت لگے گا۔ بس یہ سمجھئے کہ کئی بار نوبت یہ آگئی تھی کہ ہم ٹرین سے نکال باہر کئے جانے والے تھے، وہ بھی رات گئے اجنبی مقامات پر۔ خیر کسی طرح سے فرید آباد پہنچے۔ وہاں ہمارا زوردار سواگت کیا گیا۔ ایک اچھے سے ہوٹل میں ٹھہرایا گیا اور ہم اپنے سفر کی طوالت کو بھول گئے۔ ایک رات جب ہم رکشا سے اپنے ہوٹل کی طرف جانے لگے تو آندرے نے پوچھا: ''عارف رکشا چلانے کو بہت جی چاہ رہا ہے۔ کیا میں چلا سکتا ہوں۔''

رکشے والے سے پوچھا تو وہ سن کر گھبرا گیا۔ ''بابو جی کہیں رکشا ٹکرا نہ دیں۔''

پھر رکشا والے کی جگہ آندرے کونش رکشا چلا رہا تھا۔ میں اور میرے ساتھ وہ رکشا والا اپنی چادر لپیٹے رکشا پر ٹھاٹھ سے بیٹھے تھے۔ جب ہم ہوٹل میں پہنچے تو ہم نے رکشا والے کو بھی اپنے ساتھ ریستوراں میں آنے کے لیے کہا۔ وہ کچھ جھجکا اور دوسری میز پر بیٹھنے لگا۔ مگر

ہم نے کہا نہیں تم ہمارے ساتھ بیٹھو اور ساتھ کھانا کھاؤ۔ رکشے والا کچھ شرما سا رہا تھا۔ ریستوراں کے ویٹر ہمیں عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسے کھانا دیتے ہوئے وہ بات نہیں تھی جو ہمیں کھانا دیتے ہوئے۔ مگر ہم خوش تھے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ آندرے تو بہت ہی خوش تھا جیسے اس کی کوئی دیرینہ آرزو پوری ہوگئی ہو۔

اسی سال کولمبو، سری لنکا میں عالمی چیمپین شپ کے میچ تھے۔ مگر ہم جرمنی سے کوئی ٹیم نہیں لے جا سکے۔ ہمارے لیے دو بار ایشیا کا سفر کرنا آسان نہیں تھا۔ یہاں آسانی سے چھٹیاں نہیں ملتی ہیں۔ ان دنوں شری لنکا میں تامل لوگوں اور حکومت کے درمیان جو لڑائی ہو رہی تھی اس سے بھی کچھ لوگ پریشان تھے اور کسی جوکھم میں نہیں پڑنا چاہتے تھے۔ بہر حال مجھے یہ ضرور کھلا تھا کہ ہم وہاں نہیں جا سکے۔

□□□

یو ایس اوپن

۱۹۹۶ء میں ۱۱ رتا ۱۴ر جولائی امریکہ کے نارتھ رائن کیرولائنا کے شہر رالی میں یو ایس اوپن کے عالمی میچ تھے۔ میرے لیے تو یہ امریکہ کا پہلا سفر تھا۔ جرمنی سے بھی بہت سے کھلاڑی وہاں حصہ لینے کے لیے گئے۔ برلن سے میرے ساتھ ہماری کیرم اسپورٹس ایسوسی ایشن کی سکریٹری کشور مصطفیٰ اور فضل اختر بھی یو ایس اوپن میں حصہ لینے کے لیے گئے۔ ان دونوں کا تعلق کراچی سے تھا، لیکن ہم نے کیرم کے کھیل میں کبھی ذات پات، مذہب وملت اور قومیت کا فرق نہیں کیا ہے۔ دونوں بہت ہی جذباتی تھے اور جو کام بھی کرتے تھے دل و جان سے کرتے تھے۔ ان کی اسی بات سے کبھی کبھی مجھے ڈر بھی لگتا تھا، کیونکہ زیادہ جوشیلے انسان کا جوش جلد ٹھنڈا بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارے دیگر جرمن ساتھی کولون سے دوسری فلائٹ سے وہاں گئے تھے۔

جب ہم نیویارک پہنچے تو فضل کے بھائی اور بھابی نے ہمارا زوردار استقبال کیا اور اپنے گھر لے گئے۔ فضل تو اپنے بھائی اور بھابی سے مل کر اس قدر خوش ہوئے کہ یو ایس اوپن کا ان کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ بولے: عارف بھائی آپ لوگ یو ایس اوپن میں چلے جائیے، میں تو یہیں اپنے بھائی کے پاس رہوں گا۔'' مجھے عجیب سا لگا، مگر بحث بیکار تھی۔ چنانچہ مجھے اور کشور کو اسی رات بس سے نارتھ رائن کیرولائنا کا سفر کرنا پڑا۔ بس میں ایک سے ایک موٹا امریکی بیٹھا تھا کہ حیرت ہو رہی تھی۔ پہلی بار میں نے اتنے موٹے مرد اور عورتوں کو کسی بس میں ایک ساتھ دیکھا تھا۔

صبح جب ہم رالی پہنچے تو ایک دن کی تاخیر ہو چکی تھی۔ کھلاڑیوں کے قیام کا بندوبست ایک ہوسٹل میں کیا گیا تھا۔ جبکہ مختلف فیڈریشنوں کے عہدیداران کے قیام کے لیے ایک ہوٹل میں بندوبست تھا۔ میں کیونکہ کھلاڑیوں کے ساتھ رہنا چاہتا تھا، اس لیے میں نے ہوسٹل میں قیام کرنا ہی پسند کیا۔

اس ٹورنامنٹ کو بھی ہم کافی کامیاب کہہ سکتے ہیں۔ جس کا سہرا ایلی اسٹیفین کے سر ہے۔ وہاں بھی میں نے یوروپین فیڈریشنوں کے نمائندوں کی ایک میٹنگ کر کے یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے قیام کے بارے میں رائے مشورہ کیا۔

اس ٹورنامنٹ میں بھی ہندوستان کے کھلاڑی چھائے رہے۔ مردوں کے سنگلس میں ہندوستان کا ناگ سین اتابے جیتا۔ دوسرے نمبر پر رادھا کرشنن اور تیسرے اور چوتھے نمبروں پر ماریہ اروڈیم اور سنجے منڈے آئے۔ خواتین میں ہندوستان کی انوپما کیدار اور سنگیتا چندورکر پہلے اور دوسرے مقامات پر آئیں۔ ڈبلس میں مردوں میں ہندوستان کے سنجے منڈے اور نرنجن کمار کی جوڑی جیتی۔ ناگ سین اتابے اور سنجے ناگونکر کی جوڑی دوسرے مقام پر آئی۔ ٹیموں میں ہندوستان پہلے نمبر پر، شری لنکا دوسرے، جرمنی تیسرے۔ امریکہ چوتھے، مالدیپ پانچویں، اٹلی چھٹے اور سوئٹزرلینڈ ساتویں نمبر پر آئے۔

□□□

انڈو جرمن کیرم ٹسٹ کا تیسرا دور

یو ایس اوپن کے فوراً بعد ہمیں جرمنی میں انڈو جرمن کیرم ٹسٹ کی تیسری سیریز کا بندوبست کرنا تھا۔ میں ہندوستانی ٹیم کو جی سی ایف کی طرف سے جرمنی آنے کی دعوت دے چکا تھا۔ ہم نے ٹسٹ میچوں کے لیے تین شہروں کو چنا تھا: کولون، ڈورٹ منڈ اور برلن۔ ہندوستانی ٹیم کیونکہ کولون۔ بون ہوائی اڈّے پر اترنے والی تھی، اس لیے پہلا ٹسٹ میچ کولون میں ہی رکھا گیا۔ وہاں کے ساتھیوں نے ہوائی اڈّے پر ٹیم کو ریسیو کرنے کی ذمّے داری لی تھی۔ لیکن جرمن فیڈ ریشن کے صدر کی حیثیت سے میرا ہوائی اڈّے پر پہنچنا ضروری تھا۔ میں صبح تڑکے اپنی کار سے بون کے لیے روانہ ہوا۔ اتنے تڑکے عام طور سے ہائی وے صاف ملتی ہے۔ مگر اس دن کئی جگہوں پر کاروں کا کئی کئی کلو میٹر لمبا جام ملا۔ نتیجہ یہ کہ میں وقت پر ہوائی اڈے نہیں پہنچ سکا۔ دن کے ایک بجے جب ایک گھنٹے کی تاخیر سے وہاں پہنچا تو کوئی جانی پہچانی شکل نظر نہیں آئی۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد میں نے فرانک کونش کے گھر پر فون کیا تو اس کی والدہ نے بتایا کہ ہندوستانی مہمان آ گئے ہیں۔ فرانک ان کے ساتھ ہوٹل میں ہے۔ میں نے اطمینان کی سانس لی اور فوراً ہوٹل پہنچ گیا۔ ایس کے شرما، بنگارو بابو، ماریا ارودیم، نٹ راج، سنجے منڈے وہاں پہلے سے موجود تھے اور فرانک کونش، اندرے کونش، اسٹانکاؤ اور دیگر جرمن کھلاڑیوں سے گھل مل گئے تھے۔

اسی شام کو ہندوستانی سفیر جناب ستیندر لمباہ نے ہمیں اپنے گھر پر کھانے پر مدعو کیا تھا۔ جہاں کافی ضیافت کی گئی۔

دوسرے دن ۲۴ رجولائی کو کولون کے مرکز میں ایک تاریخی گرجا گھر اور ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک بڑے چوک میں ''فورم'' نامی عمارت میں ہمارے میچ ہوئے۔ انھیں دیکھنے کے لیے بڑی تعداد میں لوگ آئے۔ جرمنی کی طرف سے فرانک کونش، اندرے کونش اور داریوس ویزوراخ نے ہندوستانی کھلاڑیوں سے میچ کھیلے۔ ظاہر ہے کہ سب میچ ہندوستانی کھلاڑیوں نے جیتے۔

اگلے دن کولون میں وہاں کی ایکٹنگ لارڈ میئر محترمہ ریناٹے کاسینسیوس نے دونوں ٹیموں کا اپنے دفتر میں استقبال کیا اور شام کو اسٹیمر سے دریائے رائن کی سیر کی گئی۔ کولون کا پروگرام جی سی ایف کے نائب صدر انگو اسٹانکاؤ نے بہت اچھی طرح تیار کیا تھا۔

کولون سے ہمارا قافلہ میری اور فرانک کونش کی کاروں میں ڈورٹمنڈ کے لیے روانہ ہوا۔ جہاں ۲۶ رجولائی کو شہر کے مرکز میں ایک خوبصورت ہال میں ہندوستانی کھلاڑیوں اور وہاں کے مقامی کھلاڑیوں کے بیچ میچ ہوئے۔ دوسرے دن ۲۷ رجولائی کو دونوں ملکوں کی قومی ٹیموں نے میچ کھیلے۔ ان میں بھی ظاہر ہے کہ ہندوستانی کھلاڑی ہی کامیاب رہے۔

اس ٹسٹ میچ کے بارے میں وہاں کے مقامی اخبارات نے کافی اچھی خبریں تصویروں کے ساتھ شائع کیں۔ ڈورٹ منڈ سے ہندوستانی کھلاڑی میری اور پیٹر بوکر کی کاروں میں برلن کے لیے روانہ ہوئے۔ ۲۸ رجولائی کو اس ٹسٹ سیریز کا تیسرا راؤنڈ ہندوستانی سفارت خانے کے کلچرل سینٹر میں ہوا۔ سفارت خانے کے کلچرل اٹیچی، ٹیگور سنٹر کے ڈائریکٹر گوتم باجپے والے نے میزبانی کی۔ کھلاڑیوں میں جرمن ٹیم کی نمائندگی ڈورٹ منڈ سے پیٹر بوکر، ہمبرگ سے یورگین ہوزمان اور برلن سے اوتھماریان کر رہے تھے۔ ٹسٹ میچ کا آغاز جی سی ایف کے صدر عارف نقوی اور ہندوستانی سفارت خانے کے برلن آفس کے سربراہ سیوا سوامی کے بیچ ایک رسمی بورڈ سے کیا گیا۔ کشور مصطفےٰ نے امپائرنگ کی۔ اس موقع پر بولتے ہوئے سیوا سوامی، عارف نقوی، ایس کے شرما اور بنگارو بابو نے دونوں ملکوں کے درمیان کیرم کے میدان میں بڑھتے ہوئے تعاون پر زور دیا۔ یہ تینوں میچ بھی ہندوستان کے

کھلاڑی جیتے۔

۲۹ر جولائی کو جرمن انڈیا سوسائٹی کی طرف سے دونوں ملکوں کی ٹیموں کے اعزاز میں ایک ڈنر دیا گیا۔ اس میں کیرم کا مظاہرہ بھی کیا گیا۔

اگلے دن ۳۰ر جولائی کو برلن کی ایکٹنگ گورنگ مئیر مسز برگمان نے ۱۱ر بجے ہمیں ٹاؤن ہال میں اپنے دفتر میں مدعو کیا۔ ہم پہلے اپنی برلن ایسوسی ایشن کے نائب صدر ڈاکٹر کلاؤس اوشمان کے دفتر میں، جوالکزو اندر چوک پر تھا، ناشتے کے لیے اکٹھا ہوئے۔

وہاں سے سب لوگوں کو میری اور کلاؤس کی کاروں میں ٹاؤن ہال جانا تھا۔ جس جگہ میں نے اپنی کار روکی تھی، وہاں روکنے کی اجازت نہیں تھی۔ چالان ہوسکتا تھا۔ میں نے اپنی کار کے دروازے کھول دئے تھے اور اپنے ہندوستانی دوستوں سے کہہ رہا تھا کہ سوار ہونے میں جلدی کریں۔ لیکن بنگارو بابو نہ جانے کس تکلف میں تھے۔ پھر وہ نظر نہیں آئے۔ میں سمجھا کہ وہ کلاؤس کی گاڑی میں بیٹھ گئے ہیں۔ لیکن جیسے ہی میں گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا بابو نے دروازہ کھول کر اپنا ایک پیر اگلی سیٹ میں ڈال دیا۔ بس ایک لمحے کی دیر تھی۔ میں نے پورا بریک دبایا اور ہم ایک بڑے حادثے سے بچ گئے۔ بعد میں سب لوگ ٹھیک سے گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ سب بیلٹ کسے ہوئے تھے۔ مگر مجھے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا۔ ایسا ڈر جو مجھے ۱۹۹۳ء میں ہندوستانی کھلاڑیوں کے ساتھ برلن سے بادر ائشین ہال تک آٹھ سو کلو میٹر کے سفر میں بھی نہیں ہوا تھا۔ البتہ ٹاؤن ہال میں برلن کی ایکٹنگ گورنگ مئیر نے ہمارا اتنی گرم جوشی سے استقبال کیا کہ میں سب کچھ بھول گیا۔ انھوں نے نہ صرف ماریہ، نٹ راج اور بنجے منڈے کے کھیل کو دیکھا بلکہ خود بھی کیرم بورڈ پر انگلیوں سے اسٹرائیکر کو نچایا۔

شام کو برلن کے قریب ایک چھوٹے سے شہر اَلٹ لانڈس برگ کے مئیر روبندر گوجولا نے، جو میرا دوست ہے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر وہاں کی میونسپلٹی میں ہندوستانی ٹیم کا استقبال کیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوگ رات گئے تک وہاں پر کیرم سے لطف

اندوز ہوتے رہے۔ میئر گوجولا نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے یہ بھی اعلان کیا کہ ان کے شہر میں بھی جلد ہی کیرم کی ایک ایسوسی ایشن قائم کی جائے گی۔ ایک ایسا وعدہ جو ابھی تک پورا نہیں ہوا ہے۔ ۳۱ رجولائی کی شام کو ہندوستانی سفارت خانے کے فرسٹ سکریٹری اجے بساریہ نے دونوں ٹیموں کے اعزاز میں اپنے گھر پر ایک ڈنر دیا۔ اس میں سفارت خانے کے برلن آفس کے سربراہ سیوا سوامی نے بھی شرکت کی اور دونوں ملکوں کے کھلاڑیوں کے تعلقات کو سراہا۔

□□□

یوروپین کیرم کنفیڈریشن کا قیام

اگست ۱۹۹۶ء میں ہمیں سوئٹزرلینڈ کے شہر Unter Ehrendingen میں جانے کا موقع ملا۔ وہاں پر رِز کریم نامی ایک کیرم کے کھلاڑی کی کوششوں سے ایک ٹورنامنٹ ہو رہا تھا۔ بدقسمتی سے رِز کریم اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ سری لنکا سے وہاں آیا تھا اور ایک ریستوراں کھول رکھا تھا۔ وہ کیرم کا اتنا شوقین تھا کہ پچھلے دس پندرہ برسوں سے بلا ناغہ ہر سال اپنے شہر میں سری لنکا کپ ٹورنامنٹ کراتا رہا تھا۔ ۱۸؍اگست ۱۹۹۶ء کو دوپہر میں اسی کے ریستوراں میں ہم نے اپنی کانفرنس کی اور یوروپین کیرم کنفڈریشن کے قیام کا فیصلہ لیا اور اپنی کنفیڈریشن کے قاعدے قوانین طے کئے۔ میٹنگ میں مندرجہ ذیل عہدیدار چنے گئے:

صدر	عارف نقوی	(جرمنی)
نائب صدر	الیزا مارٹی نیلی	(اٹلی)
سکریٹری جنرل	کرشن شرما	(برطانیہ)
خزانچی	راجر مایر	(سوئٹزرلینڈ)

ہم نے یہ بھی طے کیا کہ اب یوروکپ ٹورنامنٹ کا نیا سلسلہ شروع کیا جائے گا جو یوروپین کیرم کنفڈریشن ECC کی زیرنگرانی ہر سال ہوں گے۔ پہلا برطانیہ میں ۱۹۹۷ء میں دوسرا جرمنی میں ۱۹۹۸ء میں تیسرا سوئٹزرلینڈ میں ۱۹۹۹ء میں اور چوتھا ۲۰۰۰ء میں اٹلی میں۔ مجھے یاد ہے جب یہ سوال آیا کہ ہم اگلا یوروکپ کہاں کریں تو کرشن نے فوراً لیوٹن میں

کرنے کی پیشکش کی اور کہا کہ پہلا یوروکپ وہاں کیا جائے۔ مگر اس سے پہلے ہم ایک یوروکپ ٹورنامنٹ ۲۱ر ستمبر ۱۹۹۱ء کو برلن میں کر چکے تھے۔ لیکن اس وقت یوروپین کیرم کنفیڈریشن نہیں تھی۔ خیر طے یہ ہوا کہ اب جو یوروکپ کے ٹورنامنٹ ہوں گے وہ یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے زیر تحت ہوں گے۔ اس لیے ہم لیوٹن کے ٹورنامنٹ کو پہلا اور اس کے بعد ۱۹۹۸ء میں برلن کے ٹورنامنٹ کو دوسرا کہہ سکتے ہیں۔

□□□

تیسرا آئی سی ایف کپ اور کانگریس

۱۹ر اور ۲۰ ر جولائی ۱۹۹۷ء کو لیوٹن، برطانیہ میں ECC کے زیر تحت پہلا یورو کپ اور ICF کے زیر تحت تیسرا آئی سی ایف کپ کھیلا گیا۔ ساتھ ہی ۲۲ر جولائی کو آئی سی ایف کی ۵ویں کانگریس کی گئی جس کا افتتاح لیوٹن کے میئر مسعود اختر نے کیا۔ ٹورنامنٹ کے دوران انٹرنیشنل امپائرس کے امتحان لیے گئے۔ جرمنی سے اس بار بھی بہت سے کھلاڑی وہاں پر گئے تھے۔ جن میں برلن سے میرے ساتھ کیرم ایسوسی ایشن برلن کی سکریٹری کشور مصطفےٰ، فضل اختر اور معین الدین شامل تھے۔ مجھے اس بات کی خاص طور سے خوشی تھی کہ ہماری برلن کی کیرم اسپورٹس ایسوسی ایشن کی سکریٹری کشور مصطفےٰ نے انٹرنیشنل امپائرس کا امتحان سب سے اچھے نمبروں سے A Division کے ساتھ پاس کیا اور امتحان کے انچارج ٹنڈن، جو نمبر دینے میں بہت کنجوس سمجھے جاتے تھے، کشور سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ فائنل میچ میں امپائرنگ کی ذمے داری بھی کشور کو ہندوستان کے بھارت بھوشن کے ساتھ سونپی گئی، جو انھوں نے بہت اچھی طرح سے نبھائی۔ آئی سی ایف کپ میں دس ممالک کے چالیس کھلاڑیوں نے حصہ لیا اور ہندوستان اور سری لنکا کے بعد جرمنی نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ جبکہ یورو کپ میں جرمنی کے اسٹیفین بسر پہلے اور آندرے کونش دوسرے مقام پر آئے۔ سوئٹزرلینڈ کا چیمپین کارلیٹو باولن تیسرے نمبر پر رہا۔

آئی سی ایف کانگریس میں دوسری باتوں کے ساتھ نئے عہدیداروں کا چناؤ بھی ہونا تھا۔ آئی سی ایف کے صدر مارٹن مایر (سوئٹزرلینڈ) اب اس عہدے پر رہنا نہیں چاہتے

تھے۔ کئی ملکوں کے نمائندے مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں صدر کے عہدے کے لیے کھڑا ہو جاؤں۔ یقیناً متفقہ فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ مگر میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ ساری دنیا کا چکر لگانا میرے بس میں نہیں تھا۔ میں برلن میں یونی ورسٹی میں پڑھاتا تھا۔ نیز دیگر ذمے داریاں بھی تھیں۔ شام کو کرشن شرما نے مجھ سے پوچھا کہ تمھارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ''کرشن میں اس عہدہ پر کھڑا ہونا نہیں چاہتا، کیوں کہ میں اتنا زیادہ وقت نہیں دے پاؤں گا اور بعد میں الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتا۔'' کرشن کا چہرہ کھل اٹھا ''Are you sure? تو تمھیں اگر اعتراض نہ ہو تو میں اس پوسٹ کے لیے کھڑا ہو جاؤں؟ مگر تمھیں سینئر نائب صدر بننا پڑے گا۔'' خیر مجھے اس تجویز پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ جس کی وجہیں کئی تھیں:

اول تو میرے پاس ساری دنیا میں گھومنے کے لیے اتنا وقت اور وسائل نہیں تھے جتنے کرشن کے پاس تھے۔ وہ لیوٹن میں ایئرپورٹ پر کام کرتے تھے اور انھیں آسانی سے سفر کے لیے ٹکٹ مل سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ عمر میں مجھ سے کم تھے گھومنے پھرنے کے شائق بھی تھے۔ پھر میرے سامنے پڑھانے کا کام بھی تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہ وہ نہایت ایمانداری اور لگن سے کیرم کی خدمت کر رہے تھے اور ان کے تعاون سے مجھے یوروپین کیرم کنفیڈریشن میں کافی مدد مل رہی تھی۔ پھر یہ بھی کہ مجھے کیرم کے کھیل سے پیار اور اس کے فروغ سے دلچسپی ہے مگر زبردستی عہدوں سے چمٹنے سے نہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ڈرتا تھا کہ میری ادبی سرگرمیاں پیچھے رہ جائیں گی۔ بہر حال عالمی کیرم فیڈریشن کے انتخابات ہوئے۔ میں نے خود کرشن شرما کے نام کی حمایت کی اور وہ متفقہ رائے سے چنے گئے۔

عہدیداران کے نام مندرجہ ذیل تھے:

صدر	کرشن شرما	(برطانیہ)
نائب صدر	عارف نقوی	(جرمنی)
	سُبا راؤ	(ہندوستان)
	ایس۔ ایم عروض	(سری لنکا)

	ایلیزا امار ٹینیلی	(اٹلی)
سکریٹری جنرل	بنگارو بابو	(ہندوستان)
خزانچی	ظہیر نصیر	(مالدیپ)
نائب سکریٹری	ایس۔ کے۔ شرما	(ہندوستان)
نائب خزانچی	اے پی آر ارنسٹ	(شری لنکا)
چیرمین ٹیکنیکل کمیشن	بی۔ کے۔ ہرناتھ	(ہندوستان)

□□□

دوسرا یورو کپ اور پہلی یوروپین چیمپین شپ

برلن میں ہم ہر سال چار اہم ٹورنامنٹ کرتے تھے۔ جواہر لال نہرو ٹرافی ٹورنامنٹ، بنگارو بابو ٹرافی ٹورنامنٹ، دوستی ٹورنامنٹ، برلن چیمپین شپ ٹورنامنٹ۔ ساتھ ہی جرمن کیرم فیڈ ریشن کے صدر کی حیثیت سے میرے سامنے قومی سطح پر ٹورنامنٹ کرانے کی ذمے داری تھی، جن میں ہر سال پانچ اوپن جرمن چیمپین شپ کے ٹورنامنٹ، ایک ڈبلس چیمپین شپ ٹورنامنٹ اور ایک قومی سطح پر سب سے کامیاب کھلاڑیوں کا فائنل ٹورنامنٹ تھا۔ اس کے علاوہ یہاں پر ٹیم چیمپین شپ کے ٹورنامنٹ بھی ہوتے تھے۔ یہ سب قومی سطح کے ٹورنامنٹ مختلف شہروں میں کیے جاتے تھے۔

۱۹۹۸ء میں میرے سامنے تین اور ذمے داریاں بھی آ گئی تھیں۔ ہم نے جرمن کیرم فیڈ ریشن کی طرف سے برلن میں دوسرا یوروپین کپ اور پہلی یوروپین چیمپین شپ رکھی تھی۔ اس کے علاوہ لندن میں انٹرنیشنل کیرم فیڈ ریشن کی کانگریس اور دسویں سالگرہ کے موقع پر ساری دنیا کے قومی چیمپین کھلاڑیوں کا میچ رکھا گیا تھا جس میں جرمن چیمپین کو لے کر جانا تھا اور پھر اس بات کا بندوبست کرنا تھا کہ فرانس میں انٹرنیشنل فرنچ اوپن کے ٹورنامنٹ میں زیادہ سے زیادہ جرمن کھلاڑی شرکت کریں۔

خاص طور سے یوروپین کپ اور چیمپین شپ کی تیاری کا مسئلہ کٹھن تھا۔ چنانچہ میں نے برلن کی کیرم اسپورٹس ایسوسی ایشن کے اراکین اور ہمدردوں کا ایک جلسہ بلایا اور ایک تیاری کمیٹی قائم کی۔ ہم نے طے کیا کہ ۴ر اور ۵ر جولائی ۱۹۹۸ء کو یوروپین چیمپین شپ کا

ٹورنامنٹ برلن میں کیا جائے۔

ہم نے برلن کے ایک بہت ہی خوبصورت نوجوانوں کے مرکز Children and Youth Recreation Centre (FEZ) میں جہاں روزانہ ہزاروں بچے اور نوجوان تفریح اور اپنے شوق پورے کرنے کے لیے جایا کرتے تھے اور میلوں تک ہریالی سے گھرا تھا وہاں کے ایک بڑے ہال میں اپنا ٹورنامنٹ رکھا اور اسی کے مہمان خانے میں باہر سے آئے ہوئے کھلاڑیوں کو ٹھہرانے کا بندوبست کیا۔ البتہ جو لوگ خاص سہولتیں چاہتے تھے، جیسے اٹلی کے کھلاڑی، ان کے لیے قریب کے ایک ہوٹل میں قیام کا بندوبست کر دیا۔ آج جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال یوروکپ میں کھلاڑیوں کو اپنی جیب سے تقریباً ڈھائی سوا یورو ادا کرنا پڑتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ اس وقت ہم اتنی کم فیس لے کر کیسے ٹورنامنٹ کر سکے۔ پھر مجھے یہ یاد آ جاتا ہے کہ اس وقت تیاری کمیٹی کے سب لوگ اور ان کے دوست دل و جان سے ٹورنامنٹ کو کامیاب بنانے میں لگے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وسائل حاصل کئے جائیں اور کم سے کم خرچ میں زیادہ سے زیادہ کام کیا جائے۔ چنانچہ ہم نے ایک Brochure نکالنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے اشتہارات جمع کئے۔ مثلاً اکیلے ایک ریستوراں ''کشمیرا'' نے ہمیں پانچ سو مارک کا اشتہار دیا۔ اسی طرح اور بہت سے اسپانسر ہمیں مل گئے مہارانی نامی ایک ریستوراں نے کھلاڑیوں کے لیے مفت کھانا بھیجا، ہال ہمیں مفت مل گیا بہت سی دیگر چیزوں کا بھی بندوبست ہو گیا اور ہم کافی رقم جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جرمنی کی ریل کمپنی نے ہمیں سارے جرمنی میں سفر کے لیے ریل کے کئی پاس دے دیے تا کہ ہم انھیں انعامات میں شامل کر لیں۔ ایک فرم نے ٹی۔ شرٹس وغیرہ تحفوں کا بندوبست کر دیا۔ ہم نے اپنے ٹورنامنٹ میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کے لیے ہندوستان سے دوبار کے عالمی چیمپین ماریہ اروڈیم کو مدعو کیا جنھیں انڈین ایرلائنس نے یہاں آنے کے لیے ٹکٹ دے دیا۔ اور اس طرح ہم نے دھوم سے دوسرے یوروپین کپ اور پہلی یوروپین چیمپین شپ کا برلن میں ۴ اور ۵ جولائی ۱۹۹۸ء کو انعقاد کیا۔

ہماری چیمپین شپ کی تقریب میں برلن۔کوپینک کے میئر ڈاکٹر کلاؤس، ہندوستانی سفارت خانے کے ہیڈ آر ایم رائے، ہندوستانی سفارتخانے کے کلچرل سنٹر کے ڈائریکٹر مالائے مسرا، عالمی امچر باکسنگ فیڈریشن کے جنرل سکریٹری کارل ہائنز ویہر، آلٹ لانڈس برگ کے میئر رویندر گجولا اور بہت سی دیگر اہم شخصیتوں نے شرکت کی۔اور سارے یوروپ سے آئے ہوئے کیرم کے کھلاڑیوں کو تہنیت پیش کی۔انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی کے نائب صدر اشونی کمار نے ہمیں ہندوستان سے پیغام بھیجا۔ برلن کے گورننگ میئر ایبر ہارڈ ڈیپگین، بون میں ہندوستانی سفیر ایس کے لمباہ، ہندوستانی سفارت خانے کے برلن آفس کے ہیڈ آر ایم رائے، جرمنی کی اولمپک کمیٹی کے صدر ترونیگر، جرمنی کی اسپورٹس فیڈریشن کے صدر مانفریڈ فان رِشت ہوفین، اور آئی سی ایف کے صدر کے کے شرما نے ہماری خاص ہمت افزائی کی۔

ایک خاص تقریب عالمی چیمپین ماریا اروڈیم کے ساتھ رکھی گئی جس میں ماریا نے یوروکپ میں شرکت اور مہمان نوازی کے لیے خاص طور سے شکریہ ادا کیا۔

چیمپین شپ کے اختتام پر ایک شاندار تقریب انعامات دینے کے لیے منعقد کی گئی جس میں دلچسپ ساز وسنگیت کا پروگرام بھی رکھا گیا اور مشہور ڈانسر راج شری رمیش نے اپنے بھرت ناٹیم رقص سے لوگوں کو محظوظ کیا۔

ٹورنامنٹ کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ سنگلس میں ابتدائی آٹھوں پوزیشنیں جرمن کھلاڑیوں کو ملیں۔ فرانک کونش پہلے نمبر پر، پیٹر بوکر دوسرے نمبر پر اور داریوس ویزوراک تیسرے نمبر پر آئے۔ خواتین میں جرمنی کی مائیکے وانگل سب سے آگے رہی۔ ٹیموں میں بھی جرمنی نے ٹرافی جیتی، جبکہ جرمنی کی ٹیم نمبر ۲ دوسرے مقام پر اور سوئٹزرلینڈ کی ٹیم تیسرے مقام پر آئی۔

پیغامات:

برلن کے گورننگ میئر Eberhard Diepgen:

''میں برلن میں کیرم یوروپین چیمپین شپ میں شرکت کرنے والوں اور مہمانوں کا دلی استقبال کرتا ہوں۔ جرمنی کی راجدھانی میں بھی کیرم کا فروغ ہو رہا ہے، جو ایک پرانا ایشیائی بورڈ کا کھیل ہے، اور کبھی کبھی Finger Billard کہا جاتا ہے۔ یہ ایک سیکھنے کے لائق اور دلچسپ کھیل ہے، جس میں ذہانت، چاروں طرف نظر، حواس، انگلیوں پر قابو اور تیز نگاہی کی ضرورت پڑتی ہے۔''

Satish Lambah بون میں ہندوستانی سفیر:

''جرمن کیرم فیڈریشن نے اس کھیل کو جرمنی میں ہردلعزیز بنانے میں ہمیشہ اہم رول ادا کیا ہے۔ آپ نے ہندوستان اور جرمنی کی۔ کیرم کی ٹیموں کے درمیان تعاون کے لیے اہم رول ادا کیا ہے۔''

Ashwani Kumar عالمی اولمپک کمیٹی کے نائب صدر اور اولمپک کھیلوں کی سلامتی کے انچارج:

''کیرم اسپورٹس کے خاندان میں نسبتاً نیا کھیل ہے۔ یہ تفریح اور ہنر کو بڑھانے کے بہترین مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ آج کے مشکل حالات میں دوستی کو فروغ دیتا ہے۔''

Walter Troeger جرمنی کی اولمپک کمیٹی کے صدر:

''آپ نے ایک ایسے کھیل کے بارے میں جس سے میں اب تک ناواقف تھا مجھے دھیان دلایا ہے۔ میں آپ کے فنکشن کی کامیابی اور اپنے ملک میں اس کھیل کی کامیابی کی تمنا کرتا ہوں۔''

Karl Heinz Wehr عالمی امیچر باکسنگ فیڈریشن کے جنرل سکریٹری:

''ایک ایسے کھیل کے نمائندے کی حیثیت سے، جس کے مقابلے، ہاتھوں اور گھونسوں سے ہوتے ہیں، میں برلن میں پہلی یوروپین کیرم چیمپین شپ

میں شرکت کرنے والوں کا دلی استقبال کرتا ہوں۔ کھیل قوموں کے بیچ رشتہ جوڑنے والی کڑی ہے۔ ہر عالمی اسپورٹس کی سرگرمی اس مقصد کی سیوا کر سکتی ہے۔ اس لیے ہم، ۱۹۰ رارا کین کی اپنی انٹرنیشنل امپچر باکسنگ فیڈریشن کی طرف سے آپ کے کھیل کو فروغ دینے کے لیے آپ کی کوششوں کا خیر مقدم کرتے ہیں۔''

R.M. Roy برلن میں ہندوستانی سفارت خانے کے دفتر کے انچارج:

''جرمنی اور یوروپ میں کیرم ایسوسی ایشنوں کی جی توڑ کوششوں کی وجہ سے یہ کھیل دنیا کے اس حصے میں زیادہ سے زیادہ مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کھیل یوروپ کے گھروں اور کلبوں کا بھی ایک حصہ بنے گا۔''

□□□

یادوں کے نہاں خانے سے

اشونی کمار

کیرم سے متعلق اتنی یادیں جمع ہوگئی ہیں کہ کبھی کبھی بہت سے اہم واقعات اور شخصیتوں کی یادیں، جنھوں نے کیرم کے میرے مشن کو کامیاب بنانے میں مدد دی ہے ذہن کے نہا خانے میں دبی رہ جاتی ہیں اور میں ان کا اعتراف کرنے اور اپنے تشکر کا اظہار کرنے سے رہ جاتا ہوں۔ ان میں سے ایک شخصیت ۹۴ سالہ اشونی کمار کی ہے جو انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی کے نائب صدر اور اس کی سیکیوریٹی کے انچارج رہ چکے ہیں اور اس وقت بھی انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی کے لائف ممبر ہیں۔ وہ آل انڈیا ہاکی فیڈریشن کے صدر بھی رہ چکے ہیں اور بہت سے چوٹی کے اہم اور نازک عہدوں پر بھی طعینات رہ چکے ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں انھیں Merit of International Hockey Federation سے سرفراز کیا گیا تھا۔ ستمبر ۱۹۹۰ء میں انھیں اولمپک کاؤنسل آف ایشیا کی طرف سے ایشیا میں کھیل کی ترقی اور فروغ کے لیے Order of Merit دیا گیا۔ ۱۹۹۲ء کے اولمپک کھیلوں کے حفاظتی ڈیلیگیٹ کی حیثیت سے خدمات کے لیے انھیں اسپین کے بادشاہ نے اسپین کے ایک بہت ہی اونچے قومی تمغے سے نوازا۔ اسی طرح برازیل وغیرہ میں بھی کھیل کی خدمات کے لیے اوارڈ دیے گئے ہیں اور پیرس میں انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی نے اسپورٹس کی خدمات کے لیے Centenary Award دیا ہے۔ باہر سے کرخت مگر اندر سے موم سا دل رکھتے ہیں۔ چار بار اپنے سینے پر گولیاں کھا چکے ہیں۔ سنگیت پر ایک کتاب "Casual Symphony - Reminiscences &

"Reflections"۔ لکھ چکے ہیں جو ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ خود بھی اردو میں شاعری کرتے ہیں اور غالب، میر اور اقبال وغیرہ کے اتنے دلدادہ ہیں کہ جب بھی میں ان سے ملنے کے لیے ان کے گھر پر نئی دہلی میں جاتا ہوں اشعار کا خزانہ کھول کر رکھ دیتے ہیں اور مجھے ان کے شعر سننا اور اپنے اشعار سنانا پڑتے ہیں۔ ایک زمانے میں میری دوستی (تقریباً ۳۰ برس پہلے) اس وقت شروع ہوئی تھی جب میں ان سے اولمپک کے بارے میں انٹرویو لینے کے لیے برلن میں ملا تھا، پھر وہ فیملی فرینڈ شپ میں بدل گئی اور ہمارا موضوع کیرم کے کھیل اور شعروشاعری میں بدل گیا۔ ۹۴ برس کی عمر میں بھی مجھے اپنا چھوٹا بھائی اور دوست سمجھتے ہیں۔ ابھی حال میں جب میں اسپتال میں تھا تو کئی بار مجھے خط لکھ کر خیریت معلوم کر چکے ہیں۔

جرمنی میں کیرم کو تسلیم کرانے کی جدوجہد میں مجھے اشونی کمار جی سے بہت مدد ملی۔ نہ صرف یہ کہ انھوں نے ایک بار دو کیرم بورڈ مجھے ہندوستان سے یہاں پر بھیجے، جس زمانے میں ہمارے پاس بورڈوں کی کمی تھی، بلکہ وہ جب بھی یہاں پر آئے اسپورٹس کے عہدیداران سے مجھے ملوایا اور کیرم کے فروغ میں مدد کرنے کی سفارش کی۔

اس موقع پر مجھے ۱۹۹۳ء کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔ جرمنی نے برلن میں ۲۰۰۰ء میں اولمپک کرنے کے لیے انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی سے درخواست کر رکھی تھی۔ اس کی تیاری کے لیے یہاں پر ایک اولمپک کمیٹی کی تشکیل بھی کی جاچکی تھی جس کے صدر ڈاکٹر اکسیل نوروکی اور نائب صدر سابق سفیر شری فریڈرش تھے۔ ایک دن نوروکی کے دفتر سے مجھے بلایا گیا۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ انھوں نے اشونی کمار کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں کہ اولمپک کے لیے برلن کا ماحول مناسب ہے اور سیکیوریٹی کے بھی خطرات نہیں ہیں۔ تاکہ وہ اس کی بنیاد پر انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی میں اپنی رپورٹ پیش کرسکیں۔ ڈاکٹر نوروکی نے مجھ سے کہا کہ مسٹر کمار نے کہا ہے کہ وہ ان کا یہاں کا پروگرام نقوی سے مشورہ کر کے طے کرلیں۔ بہر حال میں ان کا پروگرام کیا طے کراتا اور ان کے ساتھ دوسرے

شہروں میں کہاں پھرتا، ہاں اتنا ضرور کیا کہ میں نے ان کے پروگرام میں کیرم کے کھلاڑیوں سے ملاقات کو شامل کرالیا۔ چنانچہ طے ہوا کہ ۲۵ رمئی کو وہ Sports & Recreation Centre میں، جہاں ہمارے آٹھ کیرم بورڈ پہلے سے لگے تھے، شام کو ۷ بجے آئیں گے اور اس کے بعد Carrom Sports Association Berlin کی طرف سے اشونی کمار کے اعزاز میں ایک ہندوستانی ریستوراں 'ہمالیہ کلاؤزے' میں، جو میرے ایک پرانے دوست فیروز ڈیوڈ کا تھا اور بہت نفیس تھا، ڈنر دیا جائے گا۔ بعد میں میں نے فون کر کے اشونی جی سے پوچھا تو انھوں نے تصدیق کی کہ ہاں "میں نے ان لوگوں سے کہا تھا۔ تمھارے ریسپشن میں بھی ضرور شریک ہوں گا لیکن ریسپشن کا بل میں ادا کروں گا۔" بات ختم ہوگئی۔

چند دن کے بعد اولمپک کی تیاری کمیٹی کے دفتر سے میرے پاس پھر فون آیا:

"ہیر نقوی، ہمیں افسوس ہے کہ ہیر کمار نہیں آسکیں گے۔ ان کا پیغام آیا ہے۔"

"کیوں؟"

"ان کی بیٹی بیمار ہے۔" مجھے بتایا گیا۔

میں نے فوراً اشونی جی کو فون کیا تو انھوں نے کہا کہ ان کی بیٹی ٹھیک ہے۔ وہ اگلے ہفتے برلن میں آرہے ہیں۔ تب تفصیل سے بات ہوگی۔ بہر حال جب وہ یہاں پر آگئے تو معلوم ہوا کہ ان کی بیٹی ٹھیک ہے (ایک بیٹی کا نام روکی اور دوسری کا ہاکی ہے)۔

ان کو صرف دو دن کا ویزا دیا گیا تھا اس لیے انھوں نے یہاں آنے سے انکار کر دیا تھا۔ بعد میں جب یہاں کی اولمپک کمیٹی اور گورننگ میئر کے دفتر اور فارن آفس نے دخل اندازی کی تو ان کو باقاعدہ ایک مہینے کا ویزا دیا گیا۔ جس پر وہ یہاں آئے ہیں۔

حالانکہ یہاں پر آنے کے بعد ان کی کافی خاطر مدارت کی گئی اور بعض شہروں میں تو ہیلی کاپٹر سے لے جایا گیا اور ثابت کیا گیا کہ اولمپک کھیلوں کے لیے برلن میں بہترین حالات موجود ہیں۔ پہلی جون کو ہم لوگوں نے کیرم اسپورٹس ایسوسی ایشن کی طرف سے اشونی کمار کا استقبال Sports & Recreation Centre میں کیا۔ ان کے ساتھ اولمپک

تیاری کمیٹی کے نائب صدر سابق سفیر ڈاکٹر روتھ فریڈرش (غالباً یہی نام تھا) اور دیگر افسران بھی تھے۔ ان سب نے وہاں پر بیٹھ کر ایک گھنٹے تک کیرم کھیلا اور لطف اندوز ہوئے۔ اس کے بعد رات نو بجے گروئن برگر نامی سڑک پر ڈیوڈ کے ہمالیہ ریستوراں میں ہم نے اشونی کمار کے اعزاز میں ایک زوردار ڈنر دیا جس میں اولمپک تیاری کمیٹی کے صدر ڈاکٹر نوروو کی، نائب صدر ڈاکٹر فریڈرشروتھ، جرمنی کی اولمپک کمیٹی کے صدر، ایک بڑے پولیس افسر اور سیکوریٹی افسر، جو ان کے ساتھ تھے، نیز بعض دیگر لوگ شریک تھے۔ میری اہلیہ انگرڈ، بیٹی نرگس، ہماری برلن ایسوسی ایشن کے نائب صدر ڈاکٹر کلاؤس اوشمان اور کئی دوسرے لوگ بھی شامل تھے۔ میں نے ڈنر سے پہلے استقبالیہ تقریر کرتے ہوئے اولمپک کے لیے برلن کی بہترین فضا کی تعریف کی اور ڈاکٹر نوروو کی کو کیرم کی گوٹوں کا ایک ڈبہ اور اسٹرائکر تحفے کے طور پر پیش کیا۔ ڈاکٹر نوروو کی نے تفصیل سے برلن کے قدرتی حسن اور یہاں کے حالات کی تعریف کی اور بتایا کہ اولمپک کے لیے یہ شہر کتنا موزوں ہے۔ اشونی کمار نے اپنی طرف سے کوئی کمٹمنٹ نہیں کیا۔ بس اتنا کہا کہ وہ یہاں کئی بار آ چکے ہیں اور گھوم چکے ہیں نیز نقوی سے کافی تعریف سن چکے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ہماری ایسوسی ایشن اور ساتھ ہی جرمنی کی اولمپک تیاری کمیٹی کی میزبانی کے لیے شکریہ ادا کیا اور اپنی طرف سے کیرم کے کھیل کی سماجی اہمیت کے بارے میں کچھ باتیں کہیں۔ ڈاکٹر نوروو کی نے کہا کہ انھیں یہ کھیل کافی دلچسپ لگتا ہے۔ وہ ضرور کیرم کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں گے۔

مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اگر برلن میں اولمپک کھیل ہوئے تو ہم یہاں پر کیرم کا مظاہرہ کر سکیں گے۔ مگر بدقسمتی سے یہ سبز خواب پورے نہ ہو سکے۔ انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی برلن میں گرمیوں کے اولمپک کھیلوں کو کرانے کے لیے تیار نہ ہوئی۔ اور انجام کار یہاں کی تیاری کمیٹی کو بھی اپنا بوریا بستر سنبھالنا پڑا۔ ڈاکٹر نوروو کی بعد میں یہاں کی ریلوے کے ڈائریکٹر بن گئے۔ اور انھوں نے اشونی کمار کے کہنے سے ۱۹۹۸ء میں مجھے کیرم یوروکپ کے کامیاب کھلاڑیوں کے لیے جرمن ریلوے کے تین پاس بطور انعامات دیے جنھیں سارے جرمنی

میں سال میں کسی وقت کہیں بھی ٹرین سے مفت آنے جانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

جیا بچن

ایک واقعہ اور مجھے یاد آ رہا ہے۔ یہ تقریباً ۲۵ سال پہلے کی بات ہے۔ ہندوستان کی مشہور فلم اداکارہ جیا بچن (جو امیتابھ بچن کی پتنی ہیں اور ان دنوں ہندوستان کی چلڈرن فلم سوسائٹی کی صدر تھیں اور پارلیمنٹ کی ممبر بھی رہ چکی ہیں) جی ڈی آر کے شہر گیرا میں چلڈرن فلم فیسٹیول میں جیوری کے رکن کی حیثیت سے آئی تھیں۔ برلن کے ہوائی اڈے شونے فیلڈ پر ہندوستانی سفارت خانے کے فرسٹ سکریٹری مسٹر سنگھ، جو میرے پڑوسی بھی تھے، اور میں جیا جی کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ ان کا ہوائی جہاز رات کو گیارہ بجے کے بعد پہنچا۔ گیرا سے ایک جرمن انھیں کار سے وہاں لے جانے کے لیے آیا تھا۔ سنگھ صاحب نے مجھ سے کہا، کہ نقوی! اتنی رات کو جیا جی کا اس طرح کار سے اکیلے ڈرائیور کے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔ آپ ان کے ساتھ چلے جائیے۔ جیا جی نے بھی اسے مناسب سمجھا۔ گیرا کیونکہ برلن سے کئی سو کیلومیٹر کے فاصلے پر تھا اس لیے وہاں تک پہنچنے میں چار پانچ گھنٹے لگ گئے اور مجھے جیا جی سے خوب اچھی طرح سے باتیں کرنے اور مختلف موضوعات پر ان کے خیالات کو سننے کا موقع ملا اور ان کی روشن خیالی اور معلومات کو دیکھ کر حیرت ہوئی۔ وہ اس وقت ایک فلم ایکٹرس نہیں بلکہ ایک روشن خیال سیاست داں لگ رہی تھیں۔

گیرا سے لوٹ کر میں مغربی برلن میں بھی ان سے کئی بار ملا، جہاں وہ بعد میں کئی دن مقیم رہیں۔ میں نے ان سے پی ٹی آئی کے لیے انٹرویو بھی لیا اور موقع نکال کر یہ بھی پوچھا کہ کیرم کے کھیل کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ ان کا جواب تھا:

"نقوی صاحب، کیرم بورڈ پہلا بڑا کھلونا تھا جو ہم نے اپنے بیٹے کو تحفے میں دیا تھا۔"

ہندوستان واپس جانے کے بعد جیا جی نے مجھے 'انٹرنیشنل چلڈرن فلم فیسٹیول آف انڈیا' کی طرف سے چھٹے انٹرنیشنل چلڈرن فلم فیسٹیول میں شرکت کے لیے مدعو کیا جو چلڈرن فلم سوسائٹی آف انڈیا ۱۴ تا ۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء نئی دہلی میں منعقد کرنے جا رہی تھی۔ یہ

خط جیا بچن نے جو اس کی چیرمین تھیں، اپنے دستخط سے ۲۶ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو مجھے لکھا تھا اور مجھے 'اعزازی ڈیلیگیٹ' کی حیثیت سے مدعو کیا تھا۔

> "I have great pleasure in inviting you to be present during the Festival as an honoured Delegate. Your hospiality for the full period will be borne by C.F.S.I."

بعض دوسری ذمے داریوں کی وجہ سے میں وہاں نہ جا سکا۔ لیکن آج بھی ان کا یہ جملہ میرے ذہن میں گونجتا ہے: ''نقوی صاحب، کیرم بورڈ پہلا بڑا کھلونا تھا جو ہم نے اپنے بیٹے کو تحفے میں دیا تھا۔'' پتہ نہیں ان کے صاحبزادے کو بھی یہ یاد ہے یا نہیں کہ بچپن میں انھیں اپنے والدین سے ایک کیرم بورڈ تحفے میں ملا تھا۔ پتہ نہیں انھوں نے اس سے کچھ فائدہ اٹھایا بھی یا نہیں۔

اب بات 'بالی ووڈ' کی آ گئی ہے تو ایک واقعہ مجھے اور یاد آ رہا ہے۔ یہ غالباً ۱۹۹۷ء کا ہے۔ میں ممبئی کے جوہو میں اپنی اہلیہ اور نواسی کے ساتھ راج ببر اور نادرہ ببر کے گھر پر مہمان کی حیثیت سے ٹھہرا ہوا تھا۔ میری اہلیہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ میں ابھی ڈرائنگ روم میں ہی تھا۔ اچانک میں نے ''ٹِک ٹِک'' کی آوازیں سنیں۔ میرے کان کھڑے ہو گئے۔ کیرم کی آواز ویسے بھی دور سے مجھے بے چین کر دیتی ہے۔ میں نے نادرہ سے، جو مجھے بڑے بھائی کی طرح مانتی ہے، کیونکہ میں ان کے والد کے ساتھ کام کر چکا ہوں، پوچھا کہ یہ کیرم کی آواز تو نہیں ہے؟ نادرہ نے تصدیق کی: ''ہاں وہاں باہر کیرم کھیلا جا رہا ہے۔'' میں سمجھا کہ وہ مذاق کر رہی ہے، کیونکہ جانتی ہے کہ مجھے کیرم کا شوق ہے۔ مگر اس نے اصرار کیا: ''ہاں ہاں وہاں نوکر کیرم کھیل رہے ہیں۔ آپ چاہیں تو جا کر دیکھ لیں۔'' میں نے پہلے کچھ تکلف کیا۔ پھر برداشت نہ ہوا اور میں دروازہ کھول کر باہر پورٹیکو میں پہنچ گیا۔ ایک کیرم بورڈ لگا ہوا تھا اور راج ببر اور نادرہ کے کئی ملازم وہاں پر بیٹھے کھیل رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ کچھ جھجکے اور گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن میں نے انھیں بٹھا دیا اور خود بھی کچھ دیر ان کے ساتھ

بیٹھ کر ان کے کھیل کو دیکھتا رہا۔ اس وقت میری نظر میں وہ وہاں کے ملازم نہیں تھے بلکہ کیرم کے کھلاڑی تھے، جو گوٹوں کے تعاقب میں اسٹرائکر کو نچا رہے تھے۔ اور اس بات پر خوش تھے کہ ان کے گھر کا مہمان بھی کیرم کے کھیل میں دلچسپی لیتا ہے۔

عالمی شہرت کے یور گین ہازے اور والد یمار چرپنسکی

یادوں کے نہاں خانے سے ابھر کر اتنی باتیں ذہن میں آ رہی ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کا ذکر کروں اور کس کا نہیں۔ مثلاً ۱۹۹۸ء کا ایک واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے۔ ۴ اور ۵ جولائی کو ہم نے یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے تحت پہلی یوروپین چیمپین شپ اور دوسرا یورو کپ برلن میں رکھا تھا۔ جس میں برلن۔ کوئپنک کے میئر، ہندوستانی سفارتخانے کے سربراہ، عالمی امپچیر باکسنگ فیڈریشن کے جنرل سکریٹری، کیرم کے عالمی چیمپین، اور بہت سے اہم لوگ بحیثیت مہمان تشریف لائے تھے۔ ہال کے اندر زوردار میچ چل رہے تھے۔ ایک ٹیبل خالی پڑی تھی۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد اس پر ایک ناٹے سے قد کا جرمن میرے دوست اسٹائین میتس کے ساتھ بیٹھا ہوا انہماک سے کھیل رہا تھا اور کیرم سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ لوگوں کی نظریں بار بار اس کی طرف اٹھتی تھیں، مگر وہ اسے پہچان نہیں پا رہے تھے۔ یہ شخص تھا 'یورگین ہازے' جس کا نام تو سب جانتے تھے، مگر یہ نہیں سوچ سکتے تھے کہ وہ اس وقت کیرم کے کھلاڑیوں کے بیچ میں ہوگا اور انھیں کی طرح سے اسٹرائکر سے گوٹوں کو دوڑا رہا ہے۔
یورگین ہازے ایک عالمی پائے کا لائٹ اتھلیٹکس کا کھلاڑی تھا۔ جو دوبار ۱۹۶۶ء اور ۱۹۶۹ء میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) میٹر کی دوڑ میں یوروپین چیمپین بن چکا تھا اور ان دنوں لوگ اس سے ملنے کے لیے ترستے تھے۔ لیکن اس وقت کیرم میں اس کا شوق دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اگر ہم کیرم کو صحیح طریقے سے پیش کریں تو بڑے سے بڑا کھلاڑی اس کی افادیت کا اعتراف کرے گا اور اسے فروغ دینے میں ہماری مدد کرے گا۔

اس خیال کی تصدیق کچھ سال کے بعد جرمنی کے شہر ڈریسڈن میں بھی ہوئی، جہاں میرا ایک دوست اور اچھا کیرم کا کھلاڑی اندریاز فشر رہتا ہے، جو میرے ساتھ سوئٹزرلینڈ

کے بازل میں بھی کیرم کھیلنے کے لیے جا چکا ہے۔ وہ ایک زمانے میں برف پر اسکیٹنگ کا کوچ رہ چکا ہے اس لیے بہت سے اہم کھلاڑیوں کو ذاتی طور سے جانتا ہے۔ ایک بار اس نے مجھے ڈریسڈن میں ایک سڑک پر ہونے والے فیسٹیول میں کیرم کے مظاہرے کے لیے دعوت دی۔ میں برلن سے اپنے ایک دوست کھلاڑی گوئرکان کو لے کر وہاں پر گیا۔ فیسٹیول کے افتتاح کے موقع پر مجھے کیرم کے بارے میں بولنے کی دعوت دی گئی۔

فیسٹیول کا اعزازی مہمان 'والدیمار چرپانسکی تھا۔ ایک عظیم کھلاڑی۔ جس نے دوبار اولمپک میں میراتھون Marathon دوڑ میں سونے کے تمغے جیتے تھے۔ ۱۹۷۶ء میں کناڈا کے مونٹ ریال میں اور ۱۹۸۰ء میں روس کے ماسکو میں اور نہ جانے کتنی دوسری کامیابیاں حاصل کی تھیں، جن کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جاؤں گا۔ کیرم کے بارے میں بتانے کے بعد جب میں نے والدیمار چرپنسکی کو کیرم کھیلنے کی دعوت دی تو وہ فوراً تیار ہو گیا اور ہمارے کیرم اسٹینڈ پر جا کر دیر تک میرے، اندریاز فشر اور گوئرکان کے ساتھ کیرم کھیلتا رہا اور اس کھیل کی کافی تعریف کی۔

رِز کریم

جن لوگوں نے کیرم کی راہ پر بڑھنے میں مجھے ہمت دلائی، بھٹکنے سے بچایا اور قدم قدم پر سہارا دیا ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ پھر بھی مجھے اس موقع پر ایک خاص شخص کی یاد آرہی ہے، جو کوئی بڑھیا کھلاڑی نہیں تھا، لیکن بڑھیا انسان ضرور تھا۔ یوروپ کے ہر ٹورنامنٹ میں موجود رہتا تھا اور اس کی ہنسی کی آواز اور دوستانہ خوش گوار باتیں محفل میں چار چاند لگا دیتی تھیں۔

یہ سوئٹزرلینڈ کا رِز کریم Riz Kareem تھا۔ اس کا تعلق کبھی سری لنکا سے رہا تھا۔ لیکن اب سوئس ہو کر رہ گیا تھا۔ سوئٹزرلینڈ کے شہر زیورش کے قریب ہی ایک قصبے Unter Ehrendingen میں ایک ریستوراں چلاتا تھا اور ہر سال وہاں ''سری لنکا کپ'' کے نام سے ٹورنامنٹ کرتا تھا۔ ۱۸/ اگست ۱۹۹۶ء کو ہم نے دوپہر کو اسی کے ریستوراں میں اپنا جلسہ

کیا تھا اور یوروپین کیرم کنفیڈریشن کو قائم کیا تھا۔ بد قسمتی سے ایک سال قبل وہ اس دنیا کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ہمارے دل میں اپنی یاد کو چھوڑ کر۔ اور ہم اس امید میں ہیں کہ شاید پھر کہیں سے کوئی رز کریم آ کر ہمارے ٹورنامنٹوں کی محفلوں کو اور جاندار بنا سکے گا۔

ایسا ہی ایک کیرم کا شیدا مجھے جرمنی کے شہر ڈارم اسٹاٹ میں ملا تھا، جو وہاں ٹورنامنٹ میں کھیلنے کے لیے پہیئے دار گاڑی سے دوسرے کے سہارے آتا تھا۔ وہ اپاہج تھا۔ اس کے پیر اور دونوں ہاتھ بے کار ہو گئے تھے اور وہ منہ میں ایک پتلی چھڑی کو دبا کر اس سے اسٹرائکر کو گوٹوں کی طرف دوڑاتا اور انھیں خانوں میں اس خوبصورتی سے پھینکتا تھا کہ لوگ حیرت سے دیکھتے رہ جاتے تھے۔ لیکن مجھے اس کے کھیل سے بہت انسپریشن ملتا تھا۔ اس کا نام تھا کرسٹ لینسیلٹ۔ بد قسمتی سے اب وہ بھی اس دنیا میں نہیں ہے۔ لیکن اس کی یاد ہمیں ہر ٹورنامنٹ میں آتی ہے۔

ویسے یہ بھی بتا دوں کہ برلن میں کیرم اسپورٹس ایسوسی ایشن کے اراکین میں ایک ایسا کھلاڑی ہے جو جسمانی طور پر اپاہج ہے۔ دونوں ٹانگیں ایک حادثے میں بے کار ہو گئی ہیں لیکن ہر ہفتے پیر کی شام کو وہ اپنے گھر سے کئی کلومیٹر کار سے ڈرائیو کر کے ٹریننگ سنٹر میں آتا ہے۔ کبھی کبھی کئی فرلانگ کے فاصلے پر اسے اپنی کار کو پارک کرنا پڑتا ہے۔ پھر وہ کار میں سے خود ہی اپنی پہیئے دار کرسی نکالتا ہے اور اس پر بیٹھ کر خود ہی ٹھیلتے ہوئے کیرم کھیلنے کے لیے پہنچتا ہے اور پھر اسی پہیے دار کرسی پر بیٹھ کر کھیلتا۔ کبھی کبھی رات کے ۱۲ بجے تک۔ خودداری کا یہ حال ہے کہ آپ اسے چاہے جتنے مشورے دیجیے وہ اپنی مرضی کے اسٹروک لگائے گا۔ اور یہ اسٹروک زیادہ تر کامیاب ہوں گے۔ وقت کی پابندی کا یہ عالم کہ ٹھیک ۶ بجے وہ ٹریننگ سنٹر میں موجود ہو گا، چاہے اس وقت تک کوئی پہنچے یا نہیں۔ چنانچہ دیر سے آنے والا ہر کھلاڑی شرمندہ ہو کر اس سے معذرت کرے گا۔ میں اکثر اس کی پارٹنر شپ میں کھیلتا ہوں۔ اس کھلاڑی کا نام کائی اولم Kay Olm ہے۔ اور وہ برلن کے ایک دفتر میں کام کرتا ہے۔

□□□

آئی سی ایف کی دسویں سالگرہ

یورو کپ کے بعد بھی جرمنی میں کئی مقامی اور قومی سطح کے ٹورنامنٹ ہونا تھے مگر ہمارا اگلا بڑا پروگرام آئی سی ایف کی دسویں سالگرہ پر لندن میں ملنا تھا اور پھر وہاں سے فرنچ اوپن میں شرکت کے لیے جانا تھا۔ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۹۸ء کو لندن میں آئی سی ایف کی طرف سے چیمپینس کا مقابلہ بھی رکھا گیا تھا۔ میں جرمن چیمپین پیٹر بوکر کو اپنے ساتھ لے کر گیا تھا، جو وہاں تیسرے مقام پر آیا۔ پہلے مقام پر ہندوستان کا ماریا اروڈیم اور مالدیپ کا چیمپین عبدالحمید رہا۔ آئی سی ایف کی دسویں سالگرہ ہم نے ۱۶؍اکتوبر کو ہاؤس آف کامنس کی عمارت کے ایک ہال میں منائی۔ اگلے دن ہم کرشن شرما اور برٹش کھلاڑیوں کے ساتھ کار سے پیرس میں فرنچ اوپین میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے اور سمندر کے نیچے سرنگ میں سے گزرنے کا لطف اٹھایا۔ پیرس کے قریب پلائسیو Palaseau میں جرمنی سے کشور، فضل اور کئی دوسرے کھلاڑی بھی پہنچ گئے تھے۔ کشور اسسٹنٹ ایمپائر کی حیثیت سے مصروف تھیں۔ پیٹر اور فضل وغیرہ کھیلنے میں اور میں انتظامی معاملات میں دخل اندازی کرنے میں لگا تھا۔ اس بار بھی ہندوستانی کھلاڑی چھائے رہے مگر یوروپین کھلاڑیوں میں پہلے مقام پر سوئٹزرلینڈ کا کارلیٹو بولن آیا۔ مردوں کے سنگلس میں ہندوستان کے ماریا اروڈیم، سہاس پومید کر اور جگن بنگلے پہلے دوسرے اور تیسرے مقام پر آئے، مالدیپ کے ابراہیم عادل اور عبدالحمید کو دچوتھے اور پانچویں مقام پر، مہندر تامبے (ہندوستان) چھٹے، نیشام حسین (ملدیپ) ساتویں اور سوئٹزرلینڈ کا کارلیٹو بولن آٹھویں مقام پر۔ ڈبلس کے مقابلوں میں ہندوستانی جوڑے جگن بینگلے د

پومیندکر اور ماریا اروویم و مہندر تامبے پہلے اور دوسرے مقام پر آئے۔ مالدیپ کے دو جوڑے ابراہیم عادل و عبدالحمید کو اور نسیم احمد و نشام حسین نے تیسری اور چوتھی پوزیشنیں حاصل کیں۔

□□□

جرمنی۔ مالدیپ کیرم ٹسٹ میچ

۴ سے ۷ مارچ ۱۹۹۹ء تک ٹسٹ میچ کھیلنے کے لیے ہماری جرمن ٹیم مالدیپ گئی۔ جزیروں کی اس جمہوریہ میں ظہیر نصیر نے جو مالدیپ کی کیرم فیڈریشن کے صدر تھے ہمارے استقبال کا زوردار بندوبست کیا تھا۔ وہ مالدیپ کی اولمپک کمیٹی کے صدر اور ہماری انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کے خزانچی بھی تھے۔ ہماری ٹیم میں اسٹیفن ہُسر، اندرے کونش، ڈِرک پولچو، اور ایک خاتون مائکے وانگل بحیثیت کھلاڑی تھے۔ میں اس ٹیم کا منیجر تھا۔ ہمارے ساتھ جرمنی سے میشائیلا درائیک ہاؤزین اور الکزاندرا بھی تھیں۔ وہاں پر ہمارے کھلاڑیوں نے تین ٹسٹ میچ اور بہت سے دوستانہ میچ کھیلے اور ساتھ ہی مالدیپ کی قدرتی خوبصورتی سے لطف اندوز ہوئے۔ مالدیپ کی طرف سے عبدالحمید، نیشام حسن، ابراہیم عادل نے میچ کھیلے۔ ٹسٹ میچوں کے بعد میں اپنے رشتے داروں سے ملنے کے لیے ہندوستان چلا گیا اور ہمارے کھلاڑی وہاں پر مالدیپ کے قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

□□□

نئے خون کی تلاش

اسی سال برلن میں مہاتما گاندھی کالج میں ۱۸ ر ستمبر کو جرمن کیرم فیڈریشن کی ڈبلس چیمپین شپ اور ۱۶ / اکتوبر کو سنگلس کی چیمپین شپ تھی نیز ۳ اور ۴ جولائی کو سوئٹزر لینڈ کے زیورش میں یورو کپ کے میچ تھے۔ اور بعد میں ملیشیا کی راجدھانی کوالا لمپور میں ملیشیا اوپین میں حصہ لینا تھا۔

مجھے نہ جانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا کہ جرمنی کے ہمارے نوجوان ساتھی خود آگے بڑھ کر ذمے داریوں کو اپنے کندھوں پر لینے سے کتراتے ہیں۔ میں آٹھ دس برس سے جرمن کیرم فیڈریشن کے صدر کے عہدے پر تھا اور یہ ضروری تھا کہ اب نئی شکلیں سامنے آئیں اور جرمن کیرم فیڈریشن کو آگے بڑھائیں ورنہ اس میں زنگ لگ سکتا ہے اور جس پودے کو اب تک سینچتا رہا ہوں اسے اگر نیا پانی نہ ملا تو سوکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۶ / اکتوبر کو جب برلن میں اوپن جرمن چیمپین شپ کا ٹورنامنٹ ہوا اور میں سارے جرمنی سے آئے ہوئے کھلاڑیوں کا استقبال کر رہا تھا تو میں نے اپنی تقریر میں کہا:

> ''میں اعلان کرتا ہوں کہ اگلے سال سے میں جرمن کیرم فیڈریشن کے صدر کے عہدے پر نہیں رہوں گا۔ آپ لوگوں میں سے کسی کو سامنے آنا چاہئے تا کہ جنوری میں جب ہماری سالانہ میٹنگ ہو تو ہم نئے صدر کا انتخاب کر سکیں۔ میں چاہتا ہوں کہ نئے لوگ سامنے آئیں۔''

میرا یہ اعلان بہت سے لوگوں کے لیے ایک دھچکا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ فضل اختر کی آنکھوں میں آنسو تھے: ''عارف بھائی آپ نے یہ کیا کہہ دیا۔''

□□□

بلیرڈ اور کیرم

۱۱ سے ۱۴ نومبر تک برلن میں بلیرڈ کی عالمی چیمپین شپ بہت دھوم دھام سے ہونے جا رہی تھی۔ ہمیں اس بات کی دعوت دی گئی کہ وہاں پر بلیرڈ کے کھلاڑیوں و منتظمین کے سامنے کیرم کا مظاہرہ کریں۔ چنانچہ شہر کے مرکز میں جہاں ایک بڑا سا ہال اس مقصد کے لیے بنا دیا گیا تھا ہم نے اپنا اسٹینڈ کئی بورڈوں اور ایک چھوٹی سی نمائش کے ساتھ لگایا جسے بہت پسند کیا گیا اور عالمی بلیرڈ فیڈریشن کے صدر ڈاکٹر ماریز سی ایچ جے کے صدر فان ارپ اور بہت سے بلیرڈ کے کھلاڑیوں نے ہمارے کیرم بورڈوں پر چھڑی کی جگہ انگلیوں سے آزمائش کی۔

□□□

ملیشیا اوپن

۲۶ سے ۲۸ نومبر ۱۹۹۹ء تک کولا لمپور میں ملیشیا اوپن کے عالمی میچ تھے۔ جرمنی بھی ان میں شریک تھا۔ ملیشین کیرم فیڈریشن کے صدر زین ال ابوزرین، جو ملیشیا کے معذور لوگوں کے لیے فیڈریشن کے انچارج بھی تھے، بڑے جوش خروش سے عالمی کیرم ٹورنامنٹ کا بندوبست کررہے تھے۔

میں برلن سے دوبئی ہوتا ہوا ملیشیا پہنچا۔ ۲۲ گھنٹوں کا سفر کس طرح پورا کیا اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے ہو جاتا ہے۔ میں نے نیا نیا ایک بڑا سا عمدہ 'سونی' ویڈیو کیمرہ خریدا تھا۔ سوچا یہ ہمیشہ میرے شانے پر محفوظ رہے گا۔ چنانچہ کیمرے کے بیگ میں اپنے ضروری ڈاکومنٹس پرس، ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ ڈال لیے۔ صبح جب ہوائی جہاز کوالا لمپور کے ہوائی اڈّے پر اترا تو میں تھکن سے چور اور غنودگی کا شکار تھا۔ ائرپورٹ پر مجھے ایمیگریشن کے لیے کاغذ کو بھرنا تھا۔ اس کے بعد ایمیگریشن کے کاؤنٹر پر جانا اور وہاں سے اپنا سامان لینے کے لیے آگے بڑھنا تھا۔ ان سب مرحلات کو پورا کر کے میں نے اپنا سامان لیا اور باہر نکل آیا۔ اس وقت تک بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے کیمرا میرے کندھے پر لٹکا ہے۔ جیسے ہی میں باہر نکلا ملیشین کیرم فیڈریش کے سکریٹری کرشنا مورتی اور دوسرے لوگوں نے زوردار استقبال کیا اور میرا سامان لے کر کار میں ڈال دیا۔ پھر وہاں سے تقریباً چالیس پچاس کیلو میٹر کا فاصلہ ہمیں کار سے طے کرنا تھا۔ راستے میں ایک جگہ کار روکی گئی اور مجھے ناشتہ کرایا گیا۔ پھر ہم ہوٹل میں پہنچے جہاں مجھ سے بنگارو بابو کے ساتھ کمرا شیئر کرنے کے لیے کہا گیا۔ اب میں

اپنا سوٹ کیس کھولنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی کنجی میرے ویڈیو کیمرے کے بیگ میں تھی۔ اور وہ کہاں ہے؟ کہیں نظر نہیں آیا۔ ہم نے سارے کمرے میں تلاش کیا مگر کہیں نہیں تھا۔ میرا پرس، ساری رقم۔ گھر کی چابی، ڈرائیونگ لائیسنس جرمنی کا شناختی کارڈ وغیرہ سب اسی میں تھے۔ ہم فوراً ہوائی اڈے پر واپس گئے وہاں پولیس میں رپورٹ کی، ان لوگوں نے امیگریشن تک جا کر دیکھنے کی اجازت دے دی۔ ایک کسٹم افسر نے تو یہاں تک بتایا کہ اس نے ایک اس طرح کا بیگ وہاں میز پر پڑا ہوا دیکھا تھا مگر اس نے سوچا کہ یہ کسی مسافر کا ہو گا۔ پھر وہ وہاں پر نظر نہیں آیا۔ کل پھر آیئے ہو سکتا ہے کہ صفائی کرنے والی عورت لے گئی ہو۔ ہم دوسرے دن پھر وہاں پر گئے مگر نہ بیگ ملا نہ اس کے اندر کی چیزیں میرا موڈ اندر سے خراب ہو رہا تھا مگر مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر تھی۔ کرشنا مورتی نے مجھے کچھ رقم اپنے پاس سے دینا چاہی، مگر میری غیرت نے گوارا نہیں کیا۔ ویسے بھی ہوٹل میں قیام اور کھانے پینے کا خرچ ملیشیا کی کیرم فیڈریشن اٹھا رہی تھی اس لیے مجھے کوئی خاص پریشانی نہیں تھی۔ البتہ میں وہاں دوسروں کی طرح خریداری نہیں کر سکا اور ٹورنامنٹ کے بعد سنگاپور جا کر اپنی بھانجی سے ملنے کا جو پروگرام بنایا تھا اسے ترک کرنا پڑا۔

ملیشیا اوپین بہت اچھی طرح سے آرگنائز کی گئی تھی۔ اعلیٰ پائے کے میچ تھے اور آخر میں نہایت ہی خوبصورت فنکشن تھا ملیشین رقص کے ساتھ۔ جرمنی سے مائک کرنکس، والی والٹر نیز خواتین میں مائیکے وائیگل، کرچیانے روئیسکے، اور یانا کورٹ ہلکس نے اس میں شرکت کی تھی اور اس کے انتظام اور کھیلوں کے معیار سے متاثر تھے۔ میچوں کے علاوہ آئی سی ایف کی مجلس عاملہ کا جلسہ اور آئی سی ایف کانگریس بھی کی گئی اور بہت سے اہم فیصلے لیے گئے۔

وہاں بھی مردوں میں ہندوستانی کھلاڑی اروکیا راج، جگن بنگلے اور پرکاش گائکواڈ پہلے، دوسرے اور تیسرے مقام پر اور سری لنکا کا ایم ٹی ایم ہلمی چوتھے مقام پر آئے جبکہ خواتین میں ہندوستان کی رشمی کماری اور ایم ایس رادھا پہلے اور دوسرے مقام پر شری لنکا کی امیتھا وکرما دنگھے تیسرے اور ہندوستان کی کویتا سوما نچھی چوتھے مقام پر رہیں۔

اگلے سال جنوری ۲۰۰۰ء میں جب جرمن کیرم فیڈریشن کی سالانہ میٹنگ ہوئی تو اس میں بھی میں نے اس بات کو رکھا کہ اب کوئی نیا صدر چن لیا جائے۔مگر کسی نے اسے قبول نہ کیا۔''کم سے کم ایک سال تو اور اس عہدے پر رہو۔تب تک ہم کوئی حل نکال لیں گے۔'' مجھ سے کہا گیا۔چنانچہ اس میٹنگ کا جو پروٹوکول تیار کیا گیا اس میں لکھا ہے:

''عارف نے عہدے سے الگ ہونے کی وجوہات بتائیں، جو وہ اپنے کیرم انفارمیشن بلیٹن میں تحریر کر چکے تھے۔دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ انگو اسٹائنکاؤ (نائب صدر) نے ان کی خدمات اور شاندار رول کی جو تعریف کی اس سے انھیں اس بات کے لیے راضی کیا جا سکا کہ وہ سن ۲۰۰۰ء میں اپنے عہدے پر قائم رہیں۔مجلس عاملہ اس بات کی کوشش کرے گی کہ سال کے دوران ان کا جانشین ڈھونڈھ لے اور اسے مخصوص ذمے داریاں سونپ سکے۔''

اس سال بھی جرمنی کے قومی سطح کے میچ، برلن میں مقامی میچ، یوروکپ کے میچ، ملیشیا اوپن اور نئی دہلی میں عالمی چیمپین شپ تھی۔فرانس اور جرمنی کے بیچ کولون میں دوستانہ ٹسٹ میچ رکھے گئے جو جرمنی کے حق میں یک طرفہ رہے۔اٹلی کے پہاڑی مقام میسوکورونا میں یوروکپ کے مقابلے ہوئے جس میں میں برلن سے سیباستیان ہولٹ مان کو لے کر ٹرین سے گیا۔ہمارے قیام کا بندوبست ایک پہاڑی پر تھا اور میچ نیچے وادی میں۔جرمنی سے ۲۲ لوگوں نے اس ٹورنامنٹ میں حصہ لیا۔جن میں جرمن چیمپین پیٹر بوکر دوسرے نمبر پر آیا اور ٹیمس کی ٹرافی جرمنی نے ایک بار پھر جیت لی۔

□□□

پاکستان میں کیرم

اسی سال پاکستان میں کراچی کی ٹیکنیکل یونی ورسٹی کے ڈائریکٹر آغا منظور احمد کی رہنمائی میں پاکستان کیرم فیڈریشن کی بنیاد ڈالی گئی اور انھوں نے مجھے لکھا کہ وہ آئی سی ایف کے ممبر بننا چاہتے ہیں۔ میں نے انھیں اپنے بہت سے ایسے جاننے والوں کے پتے بھیجے جو جرمنی میں ہمارے ساتھ کیرم کھیل چکے تھے اور اب اپنے وطن میں واپس چلے گئے ہیں یا بعض ایسے پاکستانی ملاقاتی جو کیرم میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ آغا منظور احمد نے اپنے ۲۳ مئی ۲۰۰۰ء کے خط میں مجھے اطلاع دی کہ کراچی میں بدر الحسن اسپورٹس کمپلیکس میں ۲۲ مئی کو ان کی کیرم فیڈریشن کا جلسہ کرکے باقاعدہ انتخابات کیے گئے ہیں اور مندرجہ ذیل عہدیداران کو منتخب کیا گیا ہے: صدر: آغا منظور احمد، نائب صدر: شمیم مصطفیٰ، نائب صدر و انٹرنیشنل رابطہ سکریٹری: کشور مصطفیٰ، سکریٹری جنرل: عطیہ خان، جوائنٹ سکریٹری: رومانہ خان، خزانچی: شبیہ الرحمان۔ کشور ہماری کیرم اسپورٹس ایسوسی ایشن برلن کی سکریٹری بھی تھیں۔

بعد میں یہ فیڈریشن ٹھنڈی پڑ گئی۔ اس کی کیا وجوہات ہیں یہ مجھے نہیں معلوم۔ دراصل کیرم کو فروغ دینے کا مشن بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اس کے لیے لگن اور کیرم سے عشق کی حد تک دلچسپی کی ضرورت ہے۔ بہت سی اپنی ذاتی خواہشات اور مفاد کو پرے رکھنا پڑتا ہے اور ذہن میں پورا تصور ہوتا ہے کہ ہم کیرم کو کیوں فروغ دے رہے ہیں؟ اس سے ملک اور سماج کو کیا فائدے ہیں؟ صرف فیشن کے لیے آدمی کیرم کھیل سکتا ہے۔ دل کو بہلانے کے لیے اسٹرائکر کو بورڈ پر دوڑا سکتا ہے مگر اس کھیل کو فروغ نہیں دے سکتا۔ پھر یہ بھی کہ ذاتی طور پر

اسے کیا حاصل ہوگا۔ اگر وہ اتنا اچھا کھلاڑی بن جاتا ہے کہ انعامات جیت سکے تو لوگ تعریف کردیں گے۔ وہ ایک عام کھلاڑی کی طرح سے کھیل کر بھی کچھ تسکین حاصل کر سکے گا۔ مگر ایک کارکن یا کیرم کے عہدے دار کی حیثیت سے اسے کیا ملے گا؟ جب تک کہ اس کا مقصد یہ نہ ہو کی کسی طرح سے اس کھیل کو دو قدم آگے بڑھایا جائے اور اس کی اہمیت کو سمجھایا جائے۔ یعنی اس کے لیے بہت سی قربانیاں دینے کے لیے تیار رہا جائے۔ ورنہ صرف شوق میں ذمے داریوں کو اپنے ہاتھ میں لینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جوش ٹھنڈا ہوتے ہی انسان کنارہ کشی کے بہانے ڈھونڈھنے لگتا ہے اور جس مقصد سے وہ سامنے آیا تھا اسی کو نقصان پہنچتا ہے۔

کچھ عرصے کے بعد حیدرآباد سندھ سے یونیورسٹی کے ایک اسپورٹس ٹیچر سخاوت علی نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے ایک پاکستان کیرم فیڈریشن قائم کر لی ہے اور اپنے ملک میں اس کھیل کو مقبول بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ انھوں نے بھی آئی سی ایف کا رکن بننے کی خواہش ظاہر کی اور اپنے عہدیداروں کی جو فہرست بھیجی اس میں وہ خود بحیثیت صدر اور مرتضیٰ زلفی جنرل سکریٹری تھے۔ مرتضیٰ اِس وقت آئی سی ایف کے ایک نائب صدر اور میڈیا کمیشن کے اہم رکن بھی ہیں اور اپنے ملک میں کیرم کے فروغ اور عالمی کیرم سرگرمیوں کی اشاعت میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ انھوں نے International Laws of Carrom کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے جو ایک قابل تحسین کام ہے۔

ملیشیا او چین میں تو اس بار میں شرکت نہیں کر سکا مگر نئی دلی میں تیسری عالمی چیمپین شپ کے لیے جرمنی سے ایک ٹیم کو لے کر گیا۔

□□□

تیسری عالمی کیرم چیمپین شپ

یہ عالمی کیرم چیمپین شپ ۶ سے ۹ نومبر ۲۰۰۰ء تک نئی دہلی کے تالکٹورا گارڈن کے ہال میں ہوئی۔ ہماری ٹیم میں میرے ساتھ بریمین سے ڈِرک پولچو، کولون سے رومان شنائیڈر اور برلن سے انگو اِسپون ہولز اور سیباستیان ہولٹ مان تھے۔ آل انڈیا کیرم فیڈریشن نے چیمپین شپ کا بہت اچھا بندوبست کیا تھا۔ پریس نے بھی اسے کافی اہمیت دی تھی اور نہ جانے کتنے وزیروں اور دیگر اہم لوگوں نے اس میں مہمان کی حیثیت سے شرکت کی۔ جن میں سے کچھ کے نام جو مجھے یاد ہیں اس طرح ہیں: اسپورٹس اور نوجوانوں کے لیے یونین منسٹر ایس ایس دھندسا، مدن لال کھرانا ایم پی، عمر عبداللہ یونین منسٹر برائے کامرس، مادھو راؤ سندیا ایم پی اور جے پی اگروال ایم پی۔

تیسری عالمی چیمپین شپ میں ہندوستان، سری لنکا، بنگلادیش، مالدیپ، جرمنی، برطانیہ، امریکہ، سوئٹزرلینڈ، فرانس، ملیشیا، اٹلی، روس، کوریا کے کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ خواتین کے سنگلس میں ہندوستان کی رشمی کماری نے فائنل میں اپنی ہی ٹیم کی پی۔ نرملا کو ہرا کر ٹائٹل حاصل کیا۔ آر۔ شرمیلا تیسرے مقام پر آئی۔ جبکہ ڈبلس میں ہندوستان کی آر۔ شرمیلا اور اے۔ پونا راسی پہلے مقام پر اور پی۔ نرملا اور رشمی کماری کی جوڑی دوسرے مقام پر آئیں۔ سری لنکا کی پردیپا پریرا اور نادیشانی اتاپو کی جوڑی تیسرے مقام پر رہی۔

مردوں کے سنگلس میں ٹائٹل ہندوستان کے آر۔ ایم۔ شنکرا نے جیتا۔ اس نے فائنل میں اپنی ہی ٹیم کے یوگیش پردیشی کو دو سیٹ میں ۲۳:۲۵ اور ۱۶:۲۵ سے ہرایا۔ تیسرے مقام

پر ہندوستان کا نٹ راج آیا۔ ڈبلس کے مقابلوں میں ہندوستان کے آر ایم شنکرا اور یوگیش پردیشی کی جوڑی نے ٹائٹل جیتا۔ نٹ راج اور رادھا کرشن کی جوڑی دوسرے اور سری لنکا کے فرناندو اور صدر الدین کی جوڑی تیسرے مقام پر رہیں۔

عالمی چیمپین شپ کے بعد ہی کوالالمپور میں ملیشیا اوپن کا انٹرنیشنل ٹورنامنٹ کیا گیا۔ میں اس میں شرکت نہیں کر سکا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں بھی ہندوستان کی ٹیم جیتی۔ دوسرے مقام پر سری لنکا اور مالدیپ کی ٹیمیں آئیں۔ مردوں کے سنگلس میں پہلے تینوں مقام ہندوستان کے آر۔ ایم۔ شنکرا، کے۔ رادھا کرشنن اور ایم۔ نٹ راج نے حاصل کئے اور ڈبلس میں آر ایم شنکرا اور یوگیش پردیشی کی جوڑی اور اس کے پیچھے مالدیپ کے ایم۔ فریم اور سری لنکا کے ٹی ایم ہلمی اور نانا یک کارا کی جوڑی رہیں۔ خواتین میں ہندوستان کی آر۔ شرمیلا نے سنگلس کا ٹائٹل جیتا۔ اس کی ساتھی پوناراشی دوسرے اور مالدیپ کی اے شازنا دوسرے اور تیسرے مقام پر رہیں۔ ٹیموں کے مقابلے میں ہندوستان نے مردوں اور عورتوں دونوں کے ٹائٹل جیتے جبکہ مردوں میں سری لنکا دوسرے اور مالدیپ تیسرے مقام پر اور عورتوں میں مالدیپ دوسرے اور سری لنکا کی ٹیمیں تیسرے مقام پر آئیں۔

□□□

جرمن کیرم فیڈریشن میں نیا خون

اگلے سال جب جنوری میں جرمن کیرم فیڈریشن کی سالانہ میٹنگ ہوئی تو میں نے شروع ہی میں یہ اعلان کردیا کہ میں اب جرمن کیرم فیڈریشن کے صدر کے عہدے سے ریٹائر ہونا چاہتا ہوں، کیونکہ میرے پاس آئی سی ایف کے نائب صدر اور یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے صدر کی حیثیت سے کافی کام ہے اور پڑھانے کی بھی ذمے داریاں ہیں۔ میں چاہتا ہوں young blood سامنے آئے اور جی سی ایف کی رہنمائی کو اپنے ہاتھوں میں لے۔ سوال یہ تھا کہ کون یہ ذمے داری لے۔؟ سب خاموش رہے آخر میں مائکے وانگل تیار ہوگئی اور مسئلہ حل ہوا۔

دوسرے مہینے مجھے پاکستان جانے کا موقع ملا۔ ہماری برلن کی ایسوسی ایشن کی سکریٹری کشور مصطفیٰ، جن کا تعلق کراچی سے تھا۔ ان دنوں وہاں گئی ہوئی تھیں۔ ان کے والد شمیم مصطفیٰ اور سہیلی رومانا بھی کیرم کے شوقین تھے۔ چنانچہ جب آغا منظور احمد اور محترمہ عطیہ لطیف نے جو وہاں اسپورٹس کی ٹیچر تھیں کراچی کی ٹکنیکل یونی ورسٹی میں مجھ سے ملانے کے لیے اپنے اراکین کی ایک میٹنگ رکھی اور ایک کیرم ڈیمانسٹریشن کا بندوبست کیا تو اس میں میرے ساتھ شمیم مصطفیٰ، کشور مصطفیٰ، رومانا اور اس کا بھائی وغیرہ بھی شریک تھے۔

اسی سال گرمیوں میں فرانس کے شہر میلاؤ میں ۳۱/ اگست سے پہلی ستمبر تک پانچواں یوروپین کپ اور برطانیہ کے لیوٹن میں ۲۰ سے ۲۳/ اکتوبر تک چوتھے آئی سی ایف کپ اور پہلے عالمی کپ کا انعقاد کیا گیا۔

□□□

کیرم ڈرامہ

مجھے یاد ہے کہ ایک دن میرے پاس لیوٹن، برطانیہ سے فون آیا۔ کرشن شرما بول رہے تھے:

''عارف تم ورلڈ کپ کے لیے کیرم پر ایک ڈرامہ لکھ ڈالو'' میں سوچ رہا تھا کہ لیوٹن میں کیرم کا پہلا عالمی کپ ٹورنامنٹ ہونے جا رہا ہے۔ کرشن جرمن کھلاڑیوں کی شرکت یا دوسرے کسی مسئلے پر گفتگو کریں گے۔ مگر وہ بات ڈرامے کی کر رہے تھے۔ وہ بھی کیرم کے موضوع پر۔

''بھئی میں نہیں لکھ پاؤں گا۔ میرے پاس کوئی مواد نہیں ہے۔ میرے دماغ میں کوئی پوائنٹ ہے ہی نہیں۔'' لیکن کرشن پیچھا چھوڑنے والے آدمی نہیں تھے: ''مجھے یقین ہے تم ضرور لکھ لو گے۔''

بہت سوچتا رہا۔ ایک لائن بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ لیوٹن میں انگریزی پبلک کے سامنے کھیلنا تھا۔ وہ بھی انگریزی میں جو میری مادری زبان نہیں ہے۔ پھر لکھنے کے بعد اسے تیار کرنے کا مسئلہ تھا۔

''ہم لوگ سب مدد کریں گے۔ جتنے کھلاڑی دوسرے ملکوں سے آ رہے ہیں ان میں سے تم کچھ کو چن لینا۔ میں ریہرسل کا بندوبست کر دوں گا۔'' میں سمجھتا تھا کہ وہ برطانیہ کی کسی ڈرامے کی ٹیم سے اسے تیار کرنے کے لیے کہیں گے۔ مگر وہ بات کیرم کے کھلاڑیوں کی کر رہے تھے وہ بھی بھولے پن سے جیسے یہ بچّوں کا کھیل ہے۔

خیر میں نے ڈیڑھ گھنٹے کا ڈرامہ لکھ ہی لیا جو دہلی میں ہوئی پہلی عالمی کیرم چیمپین شپ

کے تجربوں پر مبنی تھا۔ اس کے ایکٹروں میں سری لنکا کی ٹیم کا مینیجر لینگلی ماتھیاس، ہندوستان کے چوٹی کے کیرم کے کھلاڑی راجو بیساریہ، نرملا، رشمی کماری، جرمن ٹیم کا کپتان فرانک کونش، کرشن شرما کی اہلیہ آشا اور بہت سے دوسرے کھلاڑی، جن میں کئی برٹش تھے، شریک تھے۔ میں خود اس کا اصلی کردار تھا اور ایک امپائر کا رول کر رہا تھا۔ ڈرامے میں کھلاڑیوں اور امپائروں کی مشکلات کو دکھایا گیا تھا۔ کیرم کے قوانین نئے نئے بنے تھے۔ نہ ان سے کھلاڑی مانوس تھے نہ امپائیر۔ دونوں قلابازیاں کھا رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں ایک میچ تو جرمنی اور ہالینڈ کے کھلاڑی کے بیچ رات کے ۲ بجے تک چلتا رہا۔ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ یہ ڈرامہ ''امپائر'' ورلڈ کپ کے اختتام پر انعامات تقسیم کرنے کے لیے جو تقریب رکھی گئی تھی اس میں پیش کیا گیا۔ لیوٹن کے میئر اور پارلیمنٹ کے کئی اراکین نیز پریس کے نمائندے اور دیگر بہت سے اہم مہمان موجود تھے۔ حالانکہ ہمیں ریہرسل کے لیے صرف چار دن ملے تھے اور اس کے ایکٹر اناڑی تھے مگر اس ڈرامے کو اتنی زبردست کامیابی حاصل ہوئی کہ مجھے آج تک حیرت ہوتی ہے۔ لگتا تھا کہ سبھی ایکٹر پروفیشنل ہیں۔ بعد میں ۱۴ مارچ ۲۰۰۳ء کو جب فرانس کے شہر 'کین' میں آئی سی ایف کے بورڈ آف مینیجمنٹ کی میٹنگ ہوئی تو اس میں کرشن شرما نے اپنے صدارتی خطاب میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ سے کیا تھا:

''عارف نے جو ڈرامہ پیش کیا اس کی زوردار تالیوں سے تعریف کی گئی۔''

۲۰۰۲ء میں ہماری سرگرمیاں خاص طور سے چھٹے یوروپین کپ پر مرکوز تھیں، جو ۵ اور ۶ جولائی کو بون میں کھیلا گیا۔ اس میں امریکہ سے بھی کئی کھلاڑی آئے تھے جن کے کھیل کو کافی پسند کیا گیا۔ چھٹے یوروپین کپ میں ٹائٹل جرمنی کے پیٹر بوکر نے جیتا۔ دوسرے مقام پر سوئٹزرلینڈ کا کارلیٹو بولن آیا۔ پیٹر نے کارلیٹو کو فائنل میں 25:06 سے ہرایا۔ ڈبلس کے مقابلوں میں امریکہ کی جوڑی سری نیواس اور پٹیل نے جرمنی کے رابرٹ ہاؤ کے اور سیباستیان ہولٹ مان کو ہرا کر ٹرافی جیتی۔ ٹیمس کے مقابلوں میں برطانیہ ۳۶ پوائنٹس سے

پہلے نمبر پر جرمنی ۳۲ پوائنٹس سے دوسرے نمبر پر اور سوئزرلینڈ ۱۸ پوائنٹس سے تیسرے نمبر پر آئے۔ اٹلی پانچویں اور فرانس چھٹے نمبر پر رہے۔

یوروکپ کے انعامات کی تقسیم کے لیے جو فنکشن رکھا گیا اس میں مجھے ایک خوبصورت سَرپرائز دیا گیا اور وہ تھا ایک کیرم بورڈ جس پر یوروپین کپ میں حصّہ لینے والے سب لوگوں نے دستخط کر کے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ یہ بورڈ آج تک میرے پاس احتیاط سے رکھا ہے۔ اور ان کی یاد دلاتا ہے، خصوصاً ان کھلاڑیوں کی جو اب کیرم کے کھیل میں سرگرم نہیں ہیں۔

□□□

فلم فیسٹیول کے ڈائس پر کیرم

۱۳ سے ۱۶ مارچ ۲۰۰۳ تک فرانس کے خوبصورت شہر کینس میں، جو اپنے عالمی فلم فیسٹیول کے لیے مشہور ہے، چوتھا آئی سی ایف کپ اور فرنچ اوپن کپ کے ٹورنامنٹ کیے گئے۔ فرنچ اوپین میں ڈبلس کے مقابلے میں میں پانچویں نمبر پر آیا۔ حالانکہ میں عام طور سے میچوں میں نہیں کھیلتا ہوں اور کوئی اچھا کھلاڑی بھی نہیں ہوں۔

وہیں پر آئی سی ایف کی مجلس عملہ کا جلسہ بھی ہوا جس میں میں نے انٹرنیشنل کیرم کی پندرہ سالہ سرگرمیوں پر کتاب کا مسودہ بھی پیش کیا، جو میں نے میڈیا کمیشن کی طرف سے تیار کیا تھا، جسے کافی پسند کیا گیا اور طے کیا گیا کہ بعد میں یہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے گا۔

جولائی میں لیوٹن، برطانیہ میں یورو کپ کا ٹورنامنٹ ہونا تھا۔ کرشن اس کے منتظم تھے۔ ان کا فون ایک بار پھر میرے پاس آیا:

''عارف تم ایک اور ڈرامہ کیرم پر لکھ ڈالو۔ تمھارا پہلا ڈرامہ بہت کامیاب رہا تھا۔ لوگوں کی خواہش ہے کہ ایک بار پھر کیرم کے موضوع پر یہاں ڈرامہ کھیلا جائے۔''

''میرے دماغ میں تو کچھ ہے نہیں۔ بیکار ہنسی اڑے گی۔'' بات ختم ہو گئی۔

مارچ میں جیسا کہ میں نے بتایا فرانس کے خوبصورت شہر 'کین' میں جو عالمی فلم فیسٹی ول کے لیے مشہور ہے 'فرنچ اوپن کا ٹورنامنٹ تھا۔ وہاں کی سرگرمیوں میں ناٹک کا کے دھیان رہتا ہے۔ واپسی میں میں پیرس تک ٹرین سے آیا۔ وہاں سے مجھے بس سے برلن آنا تھا اور

تقریباً آٹھ گھنٹے بس اسٹیشن پر انتظار کرنا تھا۔ وہ آٹھ گھنٹے اتنے بورنگ تھے کہ کیرم کے بارے میں ایک چھوٹا سا ڈرامہ وہیں پر مکمل ہوگیا۔ اور میں نے برلن پہنچ کر پہلا کام یہ کیا کہ کرشن کو فون کر کے خوشخبری سنا دی۔

''یار تمھاری فرمائش پوری ہوگئی ہے۔''

دراصل کرشن میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ جب کسی کام کا ارادہ کر لیتے تھے یا کسی سے کروانا ہوتا تھا تو تب تک پیچھا نہیں چھوڑتے تھے جب تک وہ کام ہو نہ جائے۔

بعد میں یورو کپ کے دوران ہی ہم نے برطانیہ اور دیگر ملکوں کے کچھ کھلاڑیوں کو لے کر ریہرسل کی اور پھر آخری دن انعامات کی تقسیم کے موقع پر مہمانوں کے سامنے وہ ڈرامہ، جس کا عنوان تھا ''اسٹرائکر'' اسٹیج پر انگریزی میں کھیلا جسے لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اس کو دیکھنے والوں میں کیرم کے کھلاڑی ہی نہیں بلکہ برٹش پارلیمنٹ کے کئی اراکین اور لیوٹن کے میئر اور پریس کے نمائندے بھی تھے۔

□□□

کیرم امریکہ میں

اسی سال اکتوبر میں امریکہ کے 'اٹلانٹک سٹی' میں ۱۵ سے ۱۹/ اکتوبر تک انٹرنیشنل یو ایس اوپن کے میچ تھے۔ جن میں ۳۲ سلیم مارے گئے۔ جو اس وقت تک عالمی ریکارڈ تھا۔ ہندوستان کے آر ایم شنکرا نے اپنی ٹیم کے یوگیش پردیشی کو ہرا کر سنگلس کی ٹرافی جیتی جبکہ خواتین میں ہندوستان کی سورنا نے اپنی ٹیم کی کویتا سومانچھی کو ہرا کر ٹائٹل جیتا۔ ٹیموں کے مقابلے میں بھی ہندوستان ہی جیتا۔ سلیمس مارنے والوں میں برطانیہ کے نذر الاسلام اور شاہین میا بھی تھے جنھوں نے ایک ایک سلام بنایا۔ فلم ایکٹر سنیل دت نے جن سے میری اچھی دوستی تھی مجھے بتایا تھا کہ وہ ان دنوں امریکہ میں ہوں گے۔ چنانچہ میں نے یو ایس اے کے ساتھیوں کو لکھ دیا تھا کہ وہ اگر چاہیں تو سنیل سے میرا حوالہ دے کر یو ایس اوپن کا افتتاح کرا سکتے ہیں۔ بعد میں جب میں وہاں پہنچا اور کار سے اٹلانٹک سٹی کی طرف جا رہا تھا تو میں نے فون کر کے سنیل سے رابطہ قائم کیا۔ مگر انھوں نے بتایا کہ پہلے ان سے کسی نے نہیں کہا تھا اور اب وہ آج ہی ہندوستان واپس جا رہے ہیں۔ یو ایس اوپین کی چیمپین شپ بہت ہی شاندار ڈھنگ سے منعقد کی گئی تھی۔

وہاں پر ہم نے آئی سی ایف کی ۱۵ ویں سالگرہ مناتے ہوئے ایک کیک بھی کاٹا۔ 'آئی سی ایف کے ۱۵ سال' عنوان سے میں نے جو مسودہ تیار کیا تھا اسے باقاعدہ ریلیز بھی کیا گیا۔ یو ایس اوپین کے خاتمہ کے بعد میں کچھ دنوں کے لیے اپنے ایک رشتے دار پرویز صدیقی کے گھر پر نیویارک کے قریب رک گیا اور وہاں پر ان کے بیوی بچوں اور کئی دوسرے رشتے داروں سے مل کر دلی خوشی ہوئی جنھیں میں نے عرصے سے نہیں دیکھا تھا۔

□□□

اولمپک گاؤں میں کیرم

اگلے سال ۲۰۰۴ء کی گرمیوں میں سوئٹزرلینڈ کے خوبصورت پہاڑی مقام 'فلومس برگ' میں آٹھواں یوروپین کپ رکھا گیا۔ کرشن شرما اور ان کی پتنی آشا بھی وہاں موجود تھے۔ ہم لوگ کیونکہ خود نہیں کھیل رہے تھے اس لیے اکثر ہمیں وہاں کے خوبصورت قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل جاتا تھا۔

فلومس برگ میں یوروکپ سوئٹزرلینڈ کی کیرم ایسوسی ایشن نے بہت خوبی سے منعقد کیا تھا۔ جس میں بلیجیم، فرانس، جرمنی، اٹلی، نیدرلینڈ، سوئٹزرلینڈ اور برطانیہ کے ایک سو دس (۱۱۰) کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔ سب سے کامیاب ٹیم برطانیہ رہی۔ اس نے ٹیمس چیمپین شپ جیتی اور برطانیہ کے کرنل عابدین نے سنگلس کی ٹرافی جیت کر یوروپین چیمپین کا ٹائٹل حاصل کیا۔ ڈبلس میں جرمنی کے جوڑے ہائیکو وورسٹ اور یورگ کیانسکی نے ٹائٹل جیتا۔

بعد میں ۵ سے ۱۹ اکتوبر تک کولمبو میں عالمی چیمپین شپ تھی۔ میں اس میں شرکت کے لیے پہلے ہندوستان گیا اور پھر ہندوستانی ٹیم کے ساتھ ہی چینائی ہوتا ہوا کولمبو پہنچا۔ کولمبو میں ہمارے قیام اور ٹورنامنٹ کا بندوبست ایک پانچ اسٹار کے ہوٹل میں کیا گیا تھا۔

۲۰۰۴ء میں ہمیں ایک بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ پہلی بار انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی نے ہمیں اس بات کی اجازت دی کہ ہم یونان کی راجدھانی آتھنس میں اولمپک کھیلوں کے دوران وہاں پر کیرم کا ایک اسٹینڈ لگا سکیں۔ اس کا خاص سہرا مالدیپ کی اولمپک کمیٹی کے صدر ہمارے دوست ظہیر نصیر کو جاتا ہے۔ بہر حال کرشن شرما وہاں پر بورڈ کولے کر گئے۔ میں

نے ان کے کہنے پر۔ آئی سی ایف کا ایک تعارفی کتابچہ تیار کیا جس کی کاپیاں وہ لندن سے چھپوا کر اپنے ساتھ وہاں لے گئے۔ اس کا عنوان تھا:

''ایتھنس میں ۲۰۰۴ء کے اولمپک میں حصہ لینے والوں کو دنیا کے کیرم کے کھلاڑیوں کا سلام''

کرشن اس کامیابی سے بہت خوش تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہاں پر بہت سے اولمپک کے ادھیکاریوں اور کھلاڑیوں نے کیرم کے بارے میں جان کر اس میں دلچسپی دکھائی۔ وہ وہاں پر سنیل دت سے بھی، جو ان دنوں ہندوستان کے اسپورٹس منسٹر تھے، میرا حوالہ دے کر ملے، جنہوں نے کافی ہمت افزائی کی۔

□□□

عالمی کیرم کو صدمہ

کیرم کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہوئے کرشن شرما سے میری بہت اچھی دوستی ہوگئی تھی۔ کبھی کبھی ٹورنامنٹ کے دوران اگر ہمیں موقع ملتا تو ہم کہیں کی سیر بھی کر آتے تھے۔ وہ ہفتے میں کئی بار مجھے فون کرتے اور کیرم کے مسائل پر مشورہ لیتے۔ میں بھی اکثر انھیں فون کیا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے ایک بار انھوں نے مجھ سے کہا تھا:

''عارف اکثر لوگ میلس کا جواب نہیں دیتے ہیں۔ اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔''

دراصل میری طرح وہ بھی خود کو کیرم کے کھلاڑیوں کے بیچ میں دیکھنا چاہتے تھے اور کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ آئی سی ایف کے صدر ہیں۔ کبھی کبھی ٹورنامنٹ کے دوران جب دوسرے لوگ میچ کھیل رہے ہوتے تھے تو ہم دونوں کیرم کی کوئی خالی میز دیکھ کر وہاں بیٹھ جاتے تھے اور آپس میں دلچسپی کے لیے کھیلا کرتے تھے۔

مارچ ۲۰۰۵ء کا مہینہ تھا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ کرشن کا فون کئی دنوں سے نہیں آیا ہے، خود ہی فون کرلوں۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے کرشن کے بڑے بھائی بول رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے:

''کرشن اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔''

میرے پیروں کے نیچے سے زمین سرک گئی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ تو صحتمند تھے۔ سوئٹزرلینڈ میں یوروکپ کے دوران میرے ساتھ پہاڑیوں کی سیر کررہے تھے۔ ابھی تقریباً ایک سال پہلے وہ چین کا لمبا سفر کرکے آئے ہیں، دیوار چین کو دیکھ کر۔ پچھلے سال اولمپک

کے موقع پر اتھنس میں کیرم بورڈ لے کر گئے تھے۔ کچھ سال قبل پرنس چارلس کو کرشن اور ان کی بیگم نے ایک کیرم بورڈ تحفے میں دیا تھا۔ کیرم کو فروغ دینے کے لیے ان کی لاتعداد خدمات مجھے یاد آرہی تھیں۔ وہ دن جب وہ ۱۹۹۱ء میں میرے گھر پر آکر ٹھہرے تھے اور برطانیہ میں کیرم فیڈریشن قائم کرنے کے لیے صلاح مشورہ کیا تھا اور میں نے یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے قیام کے لیے ان کی حمایت حاصل کی تھی اور مشورہ دیا تھا کہ وہ آئی سی ایف میں شامل ہو جائیں اور نئی دہلی میں پہلی عالمی چیمپین شپ میں شرکت کریں اور وہ اندرا گاندھی انڈور اسٹیڈیم میں اکیلے برطانیہ کی طرف سے مارچ پاسٹ میں شریک تھے۔ پھر جب انھوں نے لندن اور لیوٹن میں ٹورنامنٹ کئے اور آئی سی ایف کے صدر بنے۔ اب وہ اتنی جلدی کیسے چلے جائیں گے۔ وہ تو مجھ سے عمر میں بہت چھوٹے ہیں۔ بہرحال یہ عالمی کیرم کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔

اس کے بعد ہی آئی سی ایف کے سکریٹری جنرل کی حیثیت سے ایس کے شرما نے آئی سی ایف کی مجلس عاملہ کے سب اراکین کو لکھ کر رائے مانگی کہ اب کیا کیا جائے؟ سب نے متفقہ رائے دی کہ عارف نقوی کو صدر کے عہدے پر فائز کیا جائے۔ چنانچہ میں نے ایکٹنگ صدر کی ذمے داری سنبھالی اور کرشن کے کریا کرم میں شرکت کے لیے لیوٹن، برطانیہ گیا۔ اور انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن اور یوروپین کیرم فیڈریشن کی طرف سے کرشن کی اہلیہ آشا نیز ان کے بھائیوں، بیٹوں اور برطانیہ کے کیرم کے کھلاڑیوں سے تعزیت کی۔

□□□

انڈو جرمن کیرم ٹسٹ میچ کا چوتھا سلسلہ

جون ۲۰۰۵ء میں ہندوستان کی قومی کیرم ٹیم ایک بار پھر جرمنی میں ٹسٹ میچ کھیلنے کے لیے آئی۔ آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے جنرل سکریٹری ایس کے شرما (جو آئی سی ایف کے سکریٹری جنرل بھی ہیں) اور شریمتی کامنا یادو اس کی قیادت کر رہے تھے۔ عالمی چیمپین آر ایم شنکرا، نیشنل چیمپین نٹ راج، پرکاش گائکواڈ اور کھیدیکر جیسے عالمی پائے کے کیرم کے کھلاڑی ان کے ساتھ تھے۔ ہندوستانی ٹیم کو ٹھہرانے کا بندوبست خاص طور سے ہندوستانی سفارت خانے کے مہمان خانے میں کیا گیا تھا۔ ٹسٹ میچ ۱۸ر جون کو ہندوستانی سفارت خانے کی خوبصورت عمارت میں رکھے گئے۔ جن میں جرمنی کی نمایندگی ڈِرک پولچو، پیٹر بوکر اور سیباستیان ہولٹ مان نے کی۔ میچوں کو دیکھنے کے لیے سفارت خانے کے بہت سے افسر اور جرمن مہمان موجود تھے۔ جن میں فرسٹ سکریٹری کاؤنسلر پانڈے اور فرسٹ سکریٹری کاؤنسلر آر کے پوری مجھے یاد ہیں۔ میچوں سے قبل ہندوستانی سفیر رنگا چاری نے ہندوستانی اور جرمن ٹیموں کا اپنے دفتر میں استقبال کیا اور میچ کے بعد شام کو سفارت خانے میں ہی کھانے کی دعوت دی گئی۔

دوسرے دن برلن کے ایک بہت بڑے اور موڈرن شاپنگ سنٹر 'لافایٹ' میں ہندوستانی اور جرمن کھلاڑیوں کے دوستانہ میچ ہوئے۔ اور شام کو ہندوستانی خواتین کی انجمن کی طرف سے ایک تقریب میں ڈنر دیا گیا۔ اگلے دن دونوں ملکوں کی ٹیموں نے ناؤ سے دریائے اسپرے کی سیر کی اور برلن کی سینٹریوں سے محظوظ ہوئے۔

برلن میں پروگرام کے اختتام پر سب لوگ میری اور ڈرک پولچو کی کاروں میں شہر دورٹمنڈ کے لیے روانہ ہوئے۔ جو برلن سے ۵۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں شہر کے

نشیب میں ایک گیسٹ ہاؤس میں ہندوستانی اور جرمن مہمانوں کو ٹھہرایا گیا اور شہر کے مرکز میں ایک خوبصورت عمارت میں دونوں ٹیموں کے میچ رکھے گئے۔ جن میں جرمنی کی نمایندگی جرمن چیمپین پیٹر بوکر، ڈرک پولچو، رابرٹ ہاؤکے اور اسٹیفین دِسَر نے کی۔ میچوں کی اشاعت مقامی اخبارات اور ٹی وی نے بہت اچھی طرح کی۔ ایک دلچپ بات یہ کہ وہاں گیسٹ ہاؤس میں فرانس اور ہالینڈ کے بھی کچھ کھلاڑی آگئے تھے اور ہندوستانی کھلاڑیوں کے ساتھ رات گئے تک کیرم کھیلتے رہے۔ ساتھ ہی جرمنی کے شہروں 'برگش گلاد باخ'، 'کولون' اور 'ڈارم اسٹاٹ' سے بھی بہت سے جرمن کھلاڑی وہاں پر آگئے تھے جنھوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ دوستانہ میچ کھیلے اور پریکٹس کی۔ ہندوستانی کھلاڑیوں کو ابتداء میں جرمن کونسلیٹ سے ویزا حاصل کرنے میں کافی دشواریاں ہوئی تھیں مگر برلن کے ہندوستانی سفارت خانے نے اس سلسلے میں کافی مدد کی اور انھیں بتایا کہ ہندوستانی ٹیم ان کے مہمان خانے میں ٹھہرے گی اور سفارت خانے کی عمارت میں ہی پہلا میچ کھیلے گی۔ تب جا کر ہندوستانی ٹیم کو ویزا ملے تھے۔

۹ واں یورو کپ اس بار اٹلی کے شمال میں پہاڑی مقام 'میسوکورینا' میں رکھا گیا تھا۔ کھلاڑیوں کے قیام کا بندوبست ایک پہاڑی پر مہمان خانوں میں تھا جبکہ میچ نیچے وادی میں ایک بڑے ہال میں رکھے گئے تھے۔ جرمنی سے بھی بڑی تعداد میں کھلاڑی وہاں پر گئے تھے۔ اس موقع پر ہماری یوروپین کیرم کنفڈریشن کی میٹنگ بھی کی گئی اور دیگر باتوں کے ساتھ اگلا یوروکپ فرانس میں کرنے کا فیصلہ لیا گیا۔ میسوکورونا میں ۱۰۲ کھلاڑیوں نے حصہ لیا جن میں سنگلس میں برطانیہ کے کرنال عابدین نے ٹائٹل جیتا۔ جرمنی کا پیٹر بوکر دوسرے اور برطانیہ کا عبدالواحد تیسرے مقام پر آئے۔ ڈبلس میں ٹائٹل فرانس کی جوڑی مورالے وینو اور فابیان پریرانے جیتی۔ برطانیہ کے شجاع اور عبدل دوسرے مقام پر آئے۔ ٹیموں کا ٹائٹل بھی برطانیہ نے جیتا۔ جرمنی کی ٹیم دوسرے اور سوئٹزرلینڈ کی ٹیم تیسرے مقام پر آئیں۔

کچھ مہینے کے بعد جب میں دلی گیا تو وہاں پر میں نے ایس کے شرما اور آر کے شرن

کے ساتھ اسپورٹس منسٹر فاطمی سے ان کے گھر پر مل کر کیرم کے لیے سرکاری امداد کے سلسلے میں بات چیت کی اور ہندوستان کی اولمپک کمیٹی کے دفتر میں اعلیٰ افسران سے مل کر کیرم کی حمایت کا وعدہ لیا۔

اسی سال جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، مالے میں ایشین چیمپین شپ تھی۔ میں نے ایس کے شرما۔ لینگلی اور ظہیر نصیر کو مشورہ دیا کہ اس موقع پر وہاں مل کر آئی سی ایف کی سرگرمیوں کا خاکہ تیار کیا جائے۔ مگر میرے پاس وقت زیادہ نہیں تھا۔ میں کرسمس سے پہلے ۲۲ر دسمبر تک برلن واپس آجانا چاہتا تھا۔

دسمبر کی ۱۸ر تاریخ تھی۔ مجھے 'مالے' کے لیے برلن سے فلائٹ پکڑنا تھی۔ سخت برف باری ہو رہی تھی۔ میں کسی طرح سے ہوائی اڈے 'ٹیکیل' پر پہنچا۔ اپنا پاسپورٹ اور ٹکٹ کاؤنٹر پر دیا۔ سامان چیک کرایا۔ انگرڈ کو خدا حافظ کہا اور اندر جا کر روانگی کے اعلان کا انتظار کرنے لگا۔ دو گھنٹے کے بعد اعلان کیا گیا کہ اُڑان میں دیر لگے گی۔ پھر اس کے بعد ایک اور اعلان ہوا: ''ہوائی جہاز آج نہیں جائے گا۔ موسم بہت خراب ہے۔ برف باری کی وجہ سے میونخ کی سب فلائٹس رد کر دی گئی ہیں۔ فلائٹ کل جائے گی۔''

''مگر مجھے تو آج ہی جانا ہے۔ کل مالے میں ہماری میٹنگ ہے۔ بعد میں جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے سمجھانے کی کوشش کی۔''

''تو آپ کو پہلے 'ڈسل ڈورف' جانا پڑے گا۔ وہاں سے آج رات کو ایک اسپشل فلائٹ 'مالے' جا رہی ہے۔'' مجھے بتایا گیا اور جلدی سے میرا سامان واپس کیا گیا۔ میں فوراً اگلی فلائٹ سے ڈسل ڈورف گیا اور وہاں سے ایک بڑے ہوائی جہاز میں مالدیپ کی راجدھانی کے لیے روانہ ہو گیا۔ رات بھر ہوئی جہاز نان اسٹاپ اڑتا رہا اور دوسری صبح اس نے مجھے وہاں پہنچا دیا۔ ظہیر نصیر پہلے سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ ایشین کیرم چیمپین شپ کے میچ اس وقت جاری تھے۔ جس وقت میں ہال میں پہنچا ہوں اختتامی تقریب جاری تھی۔ مہمان شرکت کی۔

ایشین چیمپین شپ کے بعد میں نے، ایس کے، اور ظہیر اور لینگلی نے صلاح مشورے کیے اور آئی سی ایف کے آگے کے کاموں کے بارے میں اہم باتیں طے کیں۔ میں ۲۱ ردسمبر کو وہاں سے لوٹنا چاہتا تھا مگر ظہیر نصیر نے میری فلائٹ دو دن کے لیے بڑھوادی کیونکہ وہ مجھے مالدیپ کے اس وقت کے صدر 'غیوم' سے ملوانا چاہتے تھے۔ مالدیپ کے صدر سے ملاقات کے بعد ۲۳ ردسمبر کو میں برلن کے لیے واپس روانہ ہوا، ویانا ہوتا ہوا۔ شام کو جب ہمارا جہاز ویانا پہنچا تو بتایا گیا کہ اب کوئی فلائٹ برلن کے لیے نہیں ہے۔ ساری فلائٹیں منسوخ کر دی گئی ہیں۔ کرسمس کی وجہ سے۔ مگر میرا اسی دن برلن پہنچنا بہت ضروری تھا۔ میری اہلیہ وہاں اکیلی ہوگی۔ کافی جھک جھک کرنے کے بعد بتایا گیا کہ آج رات کو ایک فلائٹ برلن کے لیے تو نہیں مگر جرمنی کے دوسرے شہر 'ہنوور' کے لیے ہے۔ بھاگتے بھوت کی لنگوٹی۔ آپ مجھے وہی دے دیجئے۔ کم سے کم میں جرمنی میں تو پہنچ جاؤں گا۔ وہاں سے کوئی راستہ نکال لوں گا۔ 'ہنوور' میں ہماری فلائٹ تقریباً دس بجے رات کو پہنچی۔ وہاں سے سارے سامان کے ساتھ میٹرو سے خاص ریلوے اسٹیشن پر پہنچا۔ وہاں گانے بجانے کی آواز سے کان پھٹے جا رہے تھے۔ جس ہال میں ٹکٹ کے کاؤنٹر تھے وہاں پہنچا تو ساری کھڑکیاں بند تھیں۔ سیکڑوں لوگ زور زور سے کرسمس کے گیت گا رہے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ آج رات کو کوئی ٹرین اس اسٹیشن سے کہیں نہیں جائے گی۔ کل صبح جائے گی۔ رات کے دو بجے تک اسٹیشن کے ایک ریستوراں میں بیٹھا بور ہوتا رہا۔ پھر وہ بھی بند ہو گیا۔ اب کہاں جاؤں۔ آخر ریڈ کراس کے ایک ویٹنگ روم کی کرسی پر رات گزاری اور کراہتا رہا۔ صبح پانچ بجے ایک ٹرین برلن جا رہی تھی۔ اس میں بیٹھ کر برلن پہنچا اور وہاں سے اپنے گھر تو میری اہلیہ گہری نیند سے سو رہی تھی۔ اسے جگایا تو حیران تھی کہ میں اس وقت کہاں سے پھٹ پڑا ہوں۔ وہ تو دو دن پہلے میرا انتظار دیکھ کر مایوس ہو چکی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ میں کئی دن مالدیپ کے مزے کر کے لوٹوں گا۔

۲۰۰۶ء میں ہمارا یورو کپ فرانس کے جنوب میں 'سینٹ روم ڈے دولان' نامی مقام پر

تھا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ہندوستان سے کیرم کے مشہور کوچ ارون دیش پانڈے بھی بحیثیت مہمان شریک تھے۔ تقریباً ایک سو کے قریب کیرم کے کھلاڑی حصّہ لے رہے تھے۔ سنگلس کے مقابلوں میں فرانس کے کمسن پیئر ڈُوبوا نے ٹائٹل جیتا۔ جبکہ اسی کی ٹیم کا کولارڈ اسٹیو دوسرے اور برطانیہ کا سنہار علی تیسرے مقام پر آئے۔

۱۷ر تا ۲۱ر نومبر نئی دہلی کے ایک بڑے ہوٹل میں دوسرا عالمی کپ رکھا گیا تھا۔ ہم لوگوں کے قیام کا بہترین بندوبست کیا گیا تھا۔ یوروپ کے بہت سے کھلاڑی بھی حصہ لے رہے تھے۔ مہمانوں میں نہ جانے کتنے وزراء اور دیگر اہم شخصیتیں موجود تھیں۔ میں کیوں کہ پہلے سے وہاں پر موجود تھا اس لیے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکا کہ کس طرح سے ایک ایک کیرم بورڈ کو چیک کیا جا رہا ہے۔ ایک طرف استعمال کے لائق بورڈوں کا ڈھیر لگتا جا رہا تھا دوسری طرف ناقص بورڈوں کا۔

ظاہر ہے کہ اس بار بھی ہندوستانی اور سری لنکا کے کھلاڑی چھائے رہے مگر یوروپین اور ایمیرات کے کھلاڑیوں نے بھی کھیل کا بہت اچھا مظاہرہ کیا تھا جنہیں باقاعدہ سراہا گیا۔

ورلڈ کپ کے بعد ہی اے ایس پی این ٹی وی نے میزبانی کی ذمے داری سنبھال لی تھی اور نوئیڈا میں اپنے اسٹوڈیو میں کھلاڑیوں کو لے جا کر ان سے کیرم کھلواتے ہوئے اپنی فلم بنائی تھی جو بعد میں ساری دنیا میں دکھائی گئی۔ اس دوران کھلاڑیوں کے ہوٹل میں قیام و طعام وغیرہ کی ذمے داری بھی اسی ٹی وی چینل نے سنبھال لی تھی اور بہت دھوم دھام سے یہ فلم بنائی گئی تھی، جسے ریلیز کر کے یقیناً ساری دنیا میں کیرم کی پبلسٹی کی گئی۔ مگر نہ جانے کیمرے کے سامنے کھیلوں کے سارے قاعدے قوانین کو کیوں بدل دیا گیا تھا۔ جس سے دیکھنے والے کے سامنے کیرم کی ایک بھونڈی تصویر سامنے آتی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ کہوں کہ اگر پیسے یا پبلسٹی کے لیے کیرم کی یہی شکل بنائی جا رہی ہے تو میرا سلام۔

۲۰۰۷ء میں کیرم کی سرگرمیوں میں سب سے خاص بات فرانس کے شہر 'کینس' میں کیرم کی عالمی چیمپین شپ تھی، جو ۱۳ تا ۱۷ فروری اسی عمارت میں ہوئی جس میں ہر سال

عالمی فلم فیسٹیول ہوتا ہے۔ فائنل میچ تو اسی خوبصورت ہال میں ہوئے جس میں فلم فیسٹیول کے انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس وقت وہاں پر اسپورٹس اور نوجوانوں کا ایک بہت بڑا فیسٹیول بھی ہو رہا تھا۔ ہزاروں نوجوان روز وہاں پر آتے تھے۔ اور ان میں سے بہت سے ہماری چیمپین شپ کے میچوں کو بھی دیکھتے تھے۔ جس سے ماحول اور زیادہ دلچسپ ہو گیا تھا۔ بہت سے میچ تو اسی شاندار ہال کے اسٹیج کے اوپر کھیلے گئے، جہاں فلم فیسٹیول کے زمانے میں فلم سازوں اور اداکاروں کو انعامات دئے جاتے ہیں۔

خواتین کے سنگلس میں ٹرافی ہندوستان کی ایلا وزھا کی نے جیتی۔ اس کی ٹیم کی نرملا نے دوسرا اور رشمی کماری نے تیسرا انعام پایا۔ مردوں کے سنگلس میں ہندوستان کا یوگیش پردیشی عالمی چیمپین بنا۔ اس کے ساتھی ایم نٹ راج اور آر ایم شنکرا دوسرے اور تیسرے مقامات پر آئے۔ خواتین کے ڈبلس میں ہندوستان کی رشمی کماری اور نرملا نے ٹرافی جیتی۔ ان کی ہم جولیوں ایلا وزھا کی اور ریوتی نے دوسرا اور سری لنکا کی وکرما سنگھے اور یاشیکا رابدا نے تیسرا مقام پایا۔ مردوں کے ڈبلس میں ہندوستان کے شنکرا اور نٹ راج نے ٹرافی جیتی۔ شری لنکا کے چامیل کورے اور نشانتا فرنانڈو نے دوسرا اور ہندوستان کے یوگیش پردیشی اور آروکیا راج نے تیسرا انعام پایا۔ ٹیموں کے مقابلوں میں خواتین میں ہندوستان کی ٹیم پہلے، سری لنکا کی دوسرے اور فرانس کی تیسرے نمبر پر آئیں۔ مردوں میں سری لنکا نے ہندوستانی ٹیم کو ہرا کر پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ہندوستان دوسرے، برطانیہ تیسرے اور جرمنی چوتھے مقام پر آئے۔ سوئس لیگ سسٹم سے جو ٹورنامنٹ ہوا اس میں ہندوستان کے نٹ راج اور یوگیش پردیشی اور سری لنکا کا فرنانڈو کامیاب رہے۔

میرے ساتھ میری اہلیہ بھی وہاں پر گئی تھی، چنانچہ ایک ہفتہ جو وہ میری وجہ سے کیرم کے لیے مصروف رہی اس کی سزا مجھے یوں کاٹنی پڑی کہ اس کے ساتھ فرانس کے کئی شہروں کی سیر کرنا پڑی اور وہاں کی سڑکیں ناپنا پڑیں۔

گیارھواں یوروپین کپ جرمنی کے شہر ڈورٹ منڈ میں ۱۳ سے ۱۵ جولائی تک کیا گیا

جہاں فرانس کے کمسن کھلاڑی پیاڈ بوئے نے فائنل میں برطانیہ کے نذر الاسلام کو ہرا کر ٹائٹل جیتا۔ یہ ٹورنامنٹ بہت ہی اچھی طرح سے تیار کیا گیا تھا اور سبھی کھلاڑی خوش تھے۔ مقامی پریس اور ٹی وی نے بھی اس کی اچھی تشہیر کی۔ سنگلس کا فائنل تو دیکھنے کے لائق تھا۔ برطانیہ کا نذر الاسلام اور فرانس کا ۲۱ سالہ پیاڈو بوائے کھیل رہے تھے۔ اسکور نذر الاسلام کے حق میں 23:18 ہو چکا تھا۔ مگر آٹھویں بورڈ میں پیا نے ایسا پلٹا کہ اسکور پیا کے حق میں 25:23 ہو گیا اور فرانس کا یہ کمسن کھلاڑی سب کو حیرت میں ڈالتا ہوا میچ جیت گیا۔ تیسری پوزیشن برطانیہ کے کرنل عابدین نے اور چوتھی جرمنی کے پیٹر بوکر نے حاصل کی۔ ڈبلس میں برطانیہ کے کرنال عابدین اور شاہین میاں نے ٹرافی جیتی۔ ان کی ٹیم کے عبدالمميط اور اِش گپتا دوسرے مقام پر اور الامیا اور طفیل ملک تیسرے مقام پر آئے۔ ٹیموں میں برطانیہ کے بعد فرانس اور اس کے بعد جرمنی کا نمبر آیا۔ سب سے دلچسپ بات یہ تھی اس بار کئی Slams مارے گئے۔ نذر الاسلام نے ایک سفید اور ایک کالا سلیم مارا۔ جبکہ فرانس کے یوناتھان اور برطانیہ کے کرنل عابدین نے ایک ایک سفید سلیم مارا۔

اسی سال ہندوستان کے رائے پور میں پہلی ایشیائی چیمپین شپ کا ٹورنامنٹ ہوا جس میں پاکستان کے کھلاڑیوں نے بھی مرتضیٰ زلفی کی رہنمائی میں حصہ لیا۔ ہندوستان اور سری لنکا کے کھلاڑیوں کے ساتھ بنگلہ دیش کے کھلاڑیوں کا کھیل بھی مجھے خاص طور سے پسند آیا۔

میں اس میں بحیثیت اعزازی مہمان شریک تھا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے چھتیس گڑھ کے چیف منسٹر نے بھی خاص طور سے وہاں پر آکر کیرم کے کھیل کو سراہا تھا۔ رائے پور کے لیے یہ میرا پہلا سفر تھا۔ لگتا تھا جیسے یہ ختم ہوگا ہی نہیں۔ حالانکہ وہاں پر بہت خاطر مدارت کی گئی مگر وہاں سے کانپور ہوتے ہوئے لکھنؤ تک کا طویل سفر وہ بھی گرمیوں میں اور اکیلے۔ لگتا تھا جیسے ایک دنیا سے دوسری دنیا میں پہنچ رہا ہوں۔ البتہ ایک بڑی سی خوبصورت مورتی میرے ساتھ تھی جو رائے پور میں ٹورنامنٹ میں تحفے کے طور پر دی گئی تھی۔

□□□

سری لنکا میں آئی سی ایف کپ

۲۰۰۸ء میں سری لنکا کی کیرم فیڈریشن اپنی پچاسویں سالگرہ منا رہی تھی۔ چنانچہ ۱۵ر سے ۱۹ رنومبر تک وہاں پر پانچواں انٹرنیشنل فیڈریشن کپ رکھا گیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ہمارا یوروکپ لندن میں ہونا تھا۔ ہندوستان کی کیرم ٹیم بھی وہاں پر برٹش ٹیم سے ٹسٹ میچ کھیلنے کے لیے جانے والی تھی اور یہ طے ہوا تھا کہ یوروکپ سے قبل ہی یہ ٹسٹ میچ کھیلے جائیں گے۔ برٹش پارلیمنٹ کے ایک اہم رکن ویریندر شرما سے، جن سے میرے دوست ودیا ساگر آنند کی بہت اچھی دوستی تھی، میں نے برلن سے فون کر کے یہ طے کیا تھا کہ وہ یوروکپ کا افتتاح کریں گے اور ہندوستان سے جو کھلاڑی ٹسٹ میچ کھیلنے کے لیے آرہے ہیں ان سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ میں نے وجے شرما کو جو کرشن شرما کے بڑے بھائی تھے اور کرشن کے بعد اب یوکے کیرم فیڈریشن کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے کہا کہ ویریندر شرما سے میرا حوالہ دے کر یوروکپ کا افتتاح کروالیں اور ٹسٹ کے موقع پر بھی ہندوستان اور برطانیہ کی ٹیموں سے ملوا دیں۔ میں نے انھیں ویریندر شرما کا پتہ اور فون نمبر بھی دے دیا۔ مگر انھوں نے ویریندر شرما کو بجائے یوروکپ کے انڈو یوکے ٹسٹ میچ کا افتتاح کرنے کے لیے بلالیا اور اس طرح سے ان کے لیے یوروکپ میں آنا بیکار ہوگیا۔ بہرحال ہمارا یوروکپ وہاں دھوم دھام سے ہوا اور برٹش کھلاڑیوں نے سب حصہ لینے والوں کی اچھی آؤ بھگت کی۔ مگر ویریندر شرما کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ ہمیں اس بات کی خاص طور سے خوشی تھی کہ وہاں پر پولینڈ کی ٹیم بھی حصہ لے رہی تھی۔

اکتوبر میں میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ دوبئی ہوتا ہوا اور وہاں چند دن اپنی بھانجی اور اس کی فیملی کے ساتھ قیام کرنے کے بعد ایمیرات کی فلائٹ سے چینائی پہنچا۔ وہاں سے ایک رات چینائی میں قیام کرنے کے بعد دوسرے دن کولمبو کے لیے روانہ ہونا تھا۔ بنگارو بابو پہلے ہی کولمبو جا چکے تھے۔ ان کے بھانجے نے ہماری خوب خاطر کی اور ہمیں شہر میں گھمایا اور ہمارے قیام کا بندوبست ایک اچھے ہوٹل میں کر دیا۔ رات کے تقریباً بارہ بج رہے تھے۔ میں اور میری اہلیہ سونے کی تیاری کر رہی رہے تھے۔ اچانک کسی نے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دو پولیس افسر اور ان کے ساتھ ایک سادی وردی میں آدمی جو شاید ہوٹل کا ملازم تھا دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔

''آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا نام ہے آپ کا؟'' ایک افسر نے پوچھا۔ ''یہاں کب تک رہیں گے؟''

میں نے انھیں اپنا اور اپنی اہلیہ کا پاسپورٹ دکھایا اور بتایا کہ ہم جرمنی سے آئے ہیں۔ کل صبح کولمبو جانا ہے۔ مگر میں پھر یہاں آؤں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے طنزیہ کہا۔

ہمارے پاسپورٹ دیکھنے کے بعد پولیس والے ایکدم ملنسار ہو گئے۔ ایک افسر نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے معافی مانگی اور پاسپورٹ واپس کر کے چلے گئے۔ بعد میں میں کولمبو سے لوٹ کر کئی ہفتے ہندوستان میں رہا اور مختلف شہروں میں گیا مگر کہیں کسی نے مجھے پریشان نہیں کیا۔

کولمبو کے ہوائی اڈے پر ہم لوگوں کو لینے کے لیے گاڑی آ گئی تھی۔ وہاں سے مونٹ لاونیا میں پام بیچ ہوٹل میں لے جا کر ہمیں سمندر کے قریب ٹھہرایا گیا۔ اسی شام کو ہماری بورڈ آف مینجمنٹ (مجلس عاملہ) کی میٹنگ تھی۔ انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کے جنرل سکریٹری ایس کے شرما وہاں نہیں گئے تھے اور سارے مسائل مجھے آئی سی ایف کے صدر کی حیثیت سے سلجھانا تھے۔ ہمیں میچوں کے لیے ڈرا نکالنا تھا۔ ساتھ ہی بعض لوگ آئی سی ایف کے اکاؤنٹ دیکھنا چاہتے تھے۔ جو بجا بات تھی۔ بدقسمتی سے انھیں ہمارے خزانچی ظہیر نصیر نے ٹھیک سے تیار نہیں

کیا تھا اور اتنا نروس ہو گئے تھے کہ ہاتھ میں اکاؤنٹس کی فائل رکھتے ہوئے بھی ٹھیک سے نہیں سمجھا پا رہے تھے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ مجھے اس کی ایک کاپی دیں گے اور میں ان کے اندراجات چیک کر کے انھیں ٹھیک سے تیار کر کے دوں گا۔ دوسرا اہم مسئلہ مالدیپ کی کیرم فیڈریشن میں اختلافات کا تھا۔ ہم نے ان سے کہا تھا کہ پہلے وہ، اپنے اختلافات دور کر لیں پھر آئی سی ایف کپ میں حصہ لے سکیں گے۔ چنانچہ ہم نے وہاں کے دونوں گروپ کو بلا کر ان کی باتوں کو سنا اور مشورہ دیا کہ وہ اختلافات کو دور کر لیں۔ خیر مجھے خوشی ہے کہ اب وہاں کے اختلافات دور ہو چکے ہیں اور وہاں کی فیڈریشن ایک بار پھر جوش خروش سے متحدہ طور پر کام کر رہی ہے۔

دوسری صبح اسی ہوٹل میں خوبصورت روایتی ڈھنگ سے مارچ پاسٹ اور ہار پھولوں کے ساتھ سب ملکوں کے کھلاڑیوں کو جمع کیا گیا۔ مجھے آئی سی ایف کے صدر کی حیثیت سے اور میرے ساتھ سری لنکا کی فیڈریشن کے صدر کو آگے رکھا گیا۔ میری اہلیہ انگرڈ ہلینگلی ماتھیاس اور روہنی ماتھیاس بھی ساتھ تھے۔ ہمارے پیچھے سری لنکا کے روایتی ڈھول تاشوں کے ساتھ فنکاروں کی ایک ٹیم تھی اور کھلاڑیوں کے گروپ اپنے اپنے ملکوں کے جھنڈے لیے ہوئے کھڑے تھے۔ پھر گانے بجانے اور تقریروں کے ساتھ آئی سی ایف کپ کا افتتاح کیا گیا۔ جرمنی سے دو اور کھلاڑی بھی وہاں پر پہنچ چکے تھے جو اس امید سے گئے تھے کہ پیٹر بوکر کے ساتھ مل کر، جو جرمن چیمپین تھا اور پہلے سے سری لنکا میں پہنچ چکا تھا، ٹیم بنا کر کھیلیں گے مگر پیٹر نے بتایا کہ وہ بیمار ہے نہیں کھیل سکے گا۔ جس سے یہ دونوں جرمن کھلاڑی بہت مایوس ہوئے۔

کولمبو میں ہمارے میچ پانچ حصوں میں ہوئے: ا۔ مردوں کی ٹیم ۲۔ خواتین کی ٹیم ۳۔ مردوں کا سنگلس ۴۔ خواتین کا سنگلس اور ۵۔ سوئس لیگ میچ جن میں مرد اور عورتوں نے مل کر حصہ لیا۔ آئی سی ایف کپ میں ٹیموں کے مقابلوں میں مردوں اور خواتین دونوں میں ہندوستان جیتا اور سری لنکا دوسرے مقام پر آیا۔ البتہ مردوں میں تیسرے مقام پر فرانس اور

عورتوں میں تیسرے مقام پر ملیشیا تھا۔ سنگلس میں مردوں میں ہندوستان کے پرکاش گائکواڑ نے ٹرافی جیتی اس کے بعد دوسرے اور تیسرے نمبر پر ہندوستان کے رادھا کرشنن اور نٹ راج آئے۔ خواتین میں رشمی کماری سب سے کامیاب رہی۔ اس کے بعد نرملا اور ایلا وزھا گی آئیں۔ مردوں کے ڈبلس میں بھی پہلی دونوں پوزیشنیں ہندوستان کے یوگیش پردیشی اور پرکاش گائکواڑ تے اور نٹ راج اور رادھا کرشنن نے حاصل کیں۔ شری لنکا کے چامل کورے اور نشا نتا فرنانڈو تیسرے مقام پر آئے۔ جبکہ خواتین کے ڈبلس میں بھی پہلے دونوں مقام ہندوستان کی رشمی کماری اور نرملا نے اور ایلا وزھا گی اور جی ریوتی نے جیتے۔ سری لنکا کی امیتا وِکرما سنگھے اور یاشیکا راہو بادھا تیسرے مقام پر آئیں۔ سوئس لیگ سسٹم کے مقابلوں میں جن میں مردوں اور عورتوں دونوں نے ایک ساتھ حصہ لیا۔ پہلے تینوں مقام ہندوستان کے نٹ راج، پرکاش گائکواڑ اور یوگیش پردیشی نے جیتے۔ حالانکہ کئی خواتین نے بھی بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا اور کئی دھاکڑ مردوں کو ہرایا۔

آئی سی ایف کپ کے دوران سب نے اس بات کو سراہا کہ پاکستان کی کیرم فیڈریشن کے جنرل سکریٹری مرتضیٰ زلفی جن کی ناک پر کچھ مہینے پہلے ایک حادثے میں زبردست چوٹ لگی تھی ہمت کر کے وہاں شرکت لیے آئے تھے۔ دوسری دلچسپ بات یہ ہوئی کہ وہاں پر آئے ہوئے ایک پاکستانی کھلاڑی نادر حسین نے شادی کی اور مجھ سے اور میرے اہلیہ سے شرکت کی فرمائش کی۔

مجھے اس بات کی بھی خوشی ہوئی کہ ونسٹن راج الدین، جو ایک سال پہلے تک برلن میں ہمارے کلب میں کیرم کھیلتے تھے، اور اب کولمبو میں رہتے ہیں خاص طور سے ہم سے ملنے آئے اور اپنے گھر پر لے جا کر خاطر کی۔ ۱۹؍ اکتوبر کو اسی ہوٹل کے ایک بڑے ہال میں زوردار تقریب کے ساتھ، جس میں بولتے ہوئے میں نے اعلان کیا کہ تیسرا عالمی کپ ۲۰۱۰ء میں امریکہ میں ہوگا، انعامات کی تقسیم کے ساتھ آئی سی ایف کپ کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر میرے اور سری لنکا کی کیرم فیڈریشن کے صدر کے ساتھ وہاں کی ایک مشہور فلم اداکارہ سے

اور میری اہلیہ سے بھی انعامات تقسیم کروائے گئے۔

آئی سی ایف کپ کے بعد مجھے اپنی اہلیہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا تھا۔ یعنی سری لنکا کی پرائیوٹ سیر۔ چنانچہ ہم نے ایک ٹریولنگ ایجنسی سے رابطہ کیا اور اس نے ہمارے لیے کار اور ڈرائیور کا بندوبست کر دیا اور سری لنکا کے مختلف شہروں میں ہوٹل بک کروادئے۔ اس طرح ہم دیکھ سکے کہ یہ جزیرہ کتنی قدرتی خوبصورتیوں سے مالا مال ہے۔ جس کی تفصیل میں ایک الگ سے لمبی داستان لکھی جا سکتی ہے۔

سری لنکا میں قیام کے بعد ہم چینائی پہنچے جہاں بابو نے ہمیں ریسیو کیا اور خوب سیر کرائی۔ میری اہلیہ دوسرے دن ایمیرات کی فلائٹ سے برلن واپس چلی گئی اور میں دو دن وہیں ٹھہر گیا۔ وہاں پر بابو نے بہت سے اسپورٹس کے ادھیکاریوں سے ملایا۔ پھر میں وہاں سے دلی اور لکھنؤ کے لیے روانہ ہو گیا۔

دلی میں ایس کے شرما سے آئی سی ایف کی آئندہ سرگرمیوں کے بارے میں تفصیل سے مشورہ کیا۔ وہ مجھے اپنی آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے نئے صدر ممبر پارلیمنٹ جے پی اگروال سے ملوانے کے لیے بھی لے گئے۔ لکھنؤ میں بھی میں برابر وہاں کے بہت سے کیرم کلبوں میں جاتا اور لوکل کھلاڑیوں سے ملتا رہا۔ مجھے خوشی ہے کہ لکھنؤ کی کیرم ایسوسی ایشن نے مجھے اپنا لائف ممبر بنالیا ہے۔ میں جب بھی وہاں جاتا ہوں وہ لوگ بڑی محبت سے ملتے ہیں، اپنا سمجھ کر۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ وہاں کے بچّے بچّے میں کیرم کے ہنر بھرے ہیں۔ کاش کہ انھیں اچھے کوچ اور اچھے اسپانسر مل جائیں، تو لکھنؤ کے کیرم کے کھلاڑی اپنے شہر کا نام اس کھیل کے میدان میں روشن کر سکتے ہیں۔

۲۰۰۹ء کی گرمیوں میں ۹ سے ۱۳ جولائی تک سوئٹزرلینڈ کے شہر لینک میں ہمارا ۱۳ واں یورو کپ ٹورنامنٹ ہوا۔ دلچسپ کھیلوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ وہاں کی پہاڑیوں کے خوبصورت مناظر کو دیکھ کر قدرت کی شان نظر آتی تھی اور روحانی قوت ملتی تھی۔ ساتھ ہی کرشن شرما کی یاد بھی آتی تھی، جو شاید کہتے: ''چلو اس پہاڑی کی سیر کر آئیں۔''

اس ٹورنامنٹ میں برطانیہ کے کھلاڑی چھائے رہے۔ کرنل عابدین نے ایک بار پھر سنگلس کی ٹرافی جیتی۔ دوسرے اور تیسرے مقامات پر فرانس کے یوناتھان اور فابیان پیریرا آئے۔ ٹیمس کی ٹرافی بھی انگلینڈ نے جیتی۔ دوسرے مقام پر فرانس اور تیسرے پر جرمنی کی ٹیمیں آئیں۔

سردیوں میں میں پہلی نومبر کو اپنی اہلیہ کو لے کر دہلی پہنچا جہاں ایس کے شرما اور راور آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے جوائنٹ سکریٹری آر۔ کے شرن نے ہوائی اڈے پر ہمیں ریسیو کیا اور دہلی یونیورسٹی کے انٹرنیشنل گیسٹ ہاؤس میں پہنچایا جہاں یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی طرف سے ہمارے قیام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اسی دن دوپہر کو شعبۂ اردو میں میرا ایک لکچر تھا اور شام کو دتی کی کیرم فیڈریشن کے صدر شری گاندھی نے ہمیں ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اپنی بیٹی کی شادی کی دعوت میں مدعو کیا تھا، جو میری اہلیہ کے لیے خاص طور سے دلچسپ تھی۔ منڈپ کے پھیرے انھوں نے پہلی بار اتنے قریب سے دیکھے تھے۔ ہمارے ساتھ بڑی سی پگڑی لگائے ایس کے شرما اور اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ شرن بھی تھے۔ وہاں پر لوک سبھا کے سابق اسپیکر بلرام جھاکڑ، جن سے کبھی میری اچھی ملاقات تھی، موجود تھے اور مجھے پہچان گئے تھے: ''دوستوں کو کون بھولتا ہے۔'' ان الفاظ سے انھوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور بعد میں ملنے کے لیے کہا۔ وہ ان دنوں گورنر کے عہدہ پر تھے۔ دوسرے دن ہمیں جے پور اور پھر وہاں سے واپسی پر لکھنؤ اور نینی تال جانا تھا۔ اس لیے ہمیں ان سے ملنے کا وقت نہ مل سکا۔

لکھنؤ میں ہمارا زیادہ تر وقت رشتے داروں اور دوستوں سے ملنے میں گزرا۔ پھر بھی میں وقت نکال کر پرانے لکھنؤ میں کیرم کلبوں میں جا کر وہاں کے مقامی کھلاڑیوں کے ساتھ بھی اکثر وقت گزارتا تھا اور عامر، ارشاد، یوسف، خالد، استھانا، ذیشان، عفت وغیرہ سے مل کر اور ان کے بہترین کھیلوں کو دیکھ کر ذہنی تازگی حاصل کرتا تھا، ساتھ ہی اس بات پر حیرت بھی کہ یہ لوگ آگے کیوں نہیں بڑھ پا رہے ہیں۔ کاش کہ ان کی کوچنگ کا بھی اتنا ہی اچھا بندوبست ہو سکتا اور انھیں ایسے اسپانسر مل سکتے جیسے چینائی اور ممبئی میں۔ لکھنؤ میں قیام کے

دوران ہم نینی تال بھی گئے اور ہمالیہ کی خوبصورتی دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر۔ لکھنؤ کے ایک کالج ''شعاع فاطمہ گرلس کالج'' کے سالانہ جلسے میں خاص مہمان کی حیثیت سے شرکت کی جسے میرے عزیزی رفیق پروفیسر ڈاکٹر شارب ردولوی اور ان کی اہلیہ پروفیسر ڈاکٹر شمیم نکہت چلا رہے ہیں۔ میری ایک بھانجی مونا اور اس کے شوہر فاروق بھی لکھنؤ میں کئی بڑے کالج چلا رہے ہیں۔ انھوں نے بھی مجھے اور میری اہلیہ کو اپنے کالج کی سالانہ تقریب میں اعزازی مہمان کی حیثیت سے آنے کی دعوت دی اور وہاں پرزوردار استقبال کیا۔ میری اہلیہ کے لیے خاص طور سے یہ دونوں تجربے بہت ہی تاثر کن تھے۔

ہندوستان میں قیام کے بعد ہم دونوں واپسی میں ایک ہفتہ کویت میں ٹھہرے۔ وہاں پر ہمارا ہندوستانی تنظیم کی طرف سے زوردار استقبال کیا گیا اور کویت میں رہنے والے مختلف زبانوں کے شعراء و مصنفوں سے ملایا گیا۔ اس موقع پر وہاں کی ایک نامی ادیبہ مسز چوگلے نے مجھے کویت کے اردو ادیبوں کی طرف سے ایک میمنٹو بھی پیش کیا۔ اس موقع پر میرے دو بھانجے صلاح الدین اور اس کی اہلیہ عتیقہ اور سیف الدین اور اس کی اہلیہ روشن آرا نیز لکھنؤ کے ایک پرانے ملاقاتی عمیر بیگ اور بہت سے ایسے لوگ جن سے میں پہلی بار ملا تھا، موجود تھے۔

□□□

تیسرا عالمی کپ

۲۰۱۰ء کا سال ہمارے لیے خاص اہمیت کا تھا۔

اس سال گرمیوں میں ۱۱ رتا ۱۳ رجون اٹلی کی راجدھانی روم میں سمندر کے کنارے ہمارا ۱۴واں یوروکپ کا ٹورنامنٹ تھا، جو سمندر کے قریب ایک بڑے ہاسٹل میں رکھا گیا تھا۔ وہیں پر سب کے قیام کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ میں ایک دن پہلے ہوائی جہاز سے روم پہنچ گیا تھا جہاں اٹلی کی کیرم فیڈریشن کی جنرل سکریٹری الیزا اور ان کے شوہر پاولو مارٹیلیلی نے، جو وہاں کی کیرم فیڈریشن کے صدر ہیں میرے ٹھہرنے کا خاص بندوبست کر دیا تھا۔ ہوائی اڈے سے پہلے مجھے ان کے دفتر میں پہنچایا گیا پھر وہاں سے پاؤلو اور الیزا مجھے لے کر ہماری قیام گاہ پر پہنچے۔ بہت سے کھلاڑی پہلے سے وہاں پر موجود تھے۔

اس بار بھی فرانس، جرمنی، ہالینڈ، اٹلی، پولینڈ، سلووینیا اور برطانیہ کے تقریباً ایک سو کھلاڑیوں نے یوروکپ میں حصہ لیا۔ حالانکہ چیک ریپبلک کی ٹیم ایک کھلاڑی کا انتقال ہو جانے کے باعث نہیں آسکی تھی۔ ۱۴ رجون کو میں نے یوروکپ کا افتتاح کیا اور خاص طور سے تیسرے ورلڈ کپ کی طرف سب کا دھیان رجوع کیا جو اسی سال امریکہ میں ہونے والا تھا۔

سنگلس میں گیارہ راؤنڈ کے بعد فائنل میں برطانیہ کے کرنال عابدین اور فرانس کے پیئر ڈوبوائے کے بیچ مقابلہ ہوا جو بہت ہی دلچسپ اور کانٹے کا تھا۔ پیئر نے سخت ٹکر دی اور ایک گیم جیت لیا مگر کرنال نے دو گیم جیت کر میچ اپنے حق میں کر ہی لیا۔ یہ اس کی سنگلس میں لگاتار تیسری بار جیت تھی اور اب وہ اس رننگ ٹرافی کو اپنے پاس ہمیشہ رکھ سکتا تھا۔ جرمن

چیمپین پیٹر بوکر تیسرے مقام پر آیا۔ ٹیموں میں اس بار بھی برطانیہ کی ٹیم ۲۵ پوائنٹ کے ساتھ جیتی۔ جرمنی کی ٹیم ۲۴ پوائنٹ کے ساتھ دوسرے اور سوئٹزرلینڈ کی ٹیم ۱۵ پوائنٹ کے ساتھ تیسرے مقام پر آئی۔ اس کے بعد فرانس، اٹلی اور پولینڈ کی ٹیمیں تھیں۔ ڈبلس کی چیمپین شپ اٹلی کے جوڑے ویراسنگھے سری یانتھا اور کرسٹیانی جیان لوکا نے فرانس کے پیئر ڈوبئیائے اور اسٹیو کولارڈ کو فائنل میں ہرا کر جیتی۔ فرانس کے لیئو یوناتھان اور فابیان پریرا تیسرے نمبر پر آئے۔ اس بار بھی سو کے قریب کھلاڑیوں نے یوروکپ میں حصہ لیا اور نہایت ہی خوشگوار دوستانہ ماحول میں ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھا اور نئی دوستیاں بنائیں۔

۲۷ ستمبر سے ۱۱ اکتوبر تک امریکہ کے ریچ مونڈ، ورجینیا میں کیرم کا تیسرا عالمی کپ ٹورنامنٹ تھا۔ جس کا انتظار ہم چار سال سے کر رہے تھے، جب نئی دہلی میں دوسرے عالمی کپ کے موقع پر میں نے آئی سی ایف کی طرف سے اس کا اعلان کیا تھا، اور جس کی US Carrom Federation نے زوردار تیاری کی تھی۔

وہاں جانے سے پہلے میں کینیڈا کے ٹورنٹو میں اپنے چچازاد بھائی ڈاکٹر سلیم نقوی اورا س کی فیملی سے ملنے کے لیے گیا۔ وہ وہاں پر ایک بڑے اسپتال Sunnybrook Hospital میں دل کی بیماریوں کا سرجن تھا۔ میں پہلے نیویارک پہنچا پھر وہاں سے ۲۲ رستمبر کو ہوائی جہاز سے ٹورنٹو۔ سلیم اور اس کی بیوی ٹینا مجھے لینے کے لیے وہاں پر موجود تھے۔ ان دونوں کا ایک بہت ہی خوبصورت گھر ہے اور ایک بڑی پیاری اور ملنسا تعلیم یافتہ بیٹی ہے جو ہمیشہ ہنستی اور ہنساتی رہتی ہے۔ دلچسپ بات یہ کہ سلیم خود مسلمان ہے مگر اس کی بیوی کیتھولک عیسائی۔ دونوں اپنے عقیدوں کے سخت پابند ہیں اور اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ دوسرا بھی اپنے عقیدے کی سختی سے پابندی کرے۔ مگر دونوں روشن خیال ہیں اور کٹھ ملائیت اور تعصب کو برا سمجھتے ہیں۔ میں تو کہوں گا کہ دو مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے سنگم کی مثال ہیں۔ سلیم کے ساتھ میں نے کئی دن قیام کیا۔ وہ مجھے نیاگرا فال نامی آبشار کو دکھانے کے لیے لے کر گیا جو امریکہ اور کنیڈا کی سرحدوں پر ہے۔ ٹینا اور سلیم کی بیٹی شیریں خدیجہ بھی

ساتھ تھیں۔ جمعہ کے دن وہ مجھے ایک مسجد میں لے کر گیا جہاں وہ انگریزی میں وعظ دیا کرتا ہے۔ میرے قیام کے دوران کناڈا کے دو مشہور اردو ادیب تقی عابدی اور اشفاق حسین بھی مجھ سے ملنے کے لیے سلیم کے گھر پر آئے۔ اور فیض احمد فیضؔ کی صد سالہ سالگرہ کے سلسلے میں بات چیت کی۔ اشفاق حسین تو مجھے لے کر ایک ٹی وی اسٹوڈیو میں بھی گئے۔ یہ ٹورنٹو میں میرا پہلا قیام تھا۔

ٹورنٹو سے میں نیویارک ہوتا ہوا رچ مونڈ ور گیا جہاں یو ایس اے کی کیرم فیڈریشن نے تیسرے ورلڈ کپ کے ٹورنامنٹ کا ہندوستانی ثقافتی مرکز کے ایک بڑے ہال میں بندوبست کیا تھا۔ سب سے بڑی ٹیم ہندوستان سے وہاں پر پہنچی تھی۔ لیکن بہت سی اہم ٹیمیں وہاں پر موجود نہیں تھیں۔ مثلاً سری لنکا، پاکستان، بنگلا دیش، ملیشیا وغیرہ۔ مجھے بتایا گیا کہ ان کو ویزا نہیں مل سکے۔ ہندوستان کی پوری ٹیم کو تو ویزا مل گئے تھے مگر اس کے کوچ سہاش کا ملی کے ویزا کی درخواست کو ٹھکرا دیا گیا تھا۔ یوروپ سے بھی کئی ملکوں کی ٹیمیں وہاں پر نہیں تھیں۔ البتہ جاپان، لدیو، جرمنی، انگلستان اور امریکہ کے کھلاڑی اور آفیشل وہاں پر موجود تھے۔ پھر بھی ہمیں بہت زیادہ مایوسی ہوئی تھی۔ ایک مشکل یہ بھی ہوئی کہ ہم آئی سی ایف کی کانگریس کرنا چاہتے تھے۔ جس میں ہمیں نئے عہدیداران کا انتخاب کرنا تھا۔ مگر اتنے کم نمایندوں کی موجودگی میں یہ ممکن اور مناسب نہیں تھا۔ عجب تمسے کا عالم تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ بورڈ آف مینیجمنٹ کے جو اراکین آ سکے ہیں، ہمیں ان کا جلسہ تو کرنا ہی چاہئے تا کہ کم سے کم آگے کام تو چل سکے۔ چنانچہ جب بورڈ آف مینیجمنٹ کا جلسہ ہوا تو اس میں مجھے اتفاق رائے سے آئی سی ایف کا صدر چنتے ہوئے کہا گیا کہ میں صدر کی حیثیت سے اس کی خبر ای میل سے ان فیڈریشنوں کو بھی بھیج دواں جو وہاں پر کسی وجہ سے نہیں آ سکی ہیں اور ان سے نامزدگیاں بھی منگا لوں۔ ان نامزدگیوں کی بنیاد پر اگر عہدوں پر اتفاق ہو جاتا ہے تو لوگوں کو چن لیا جائے گا۔ اس کی نگرانی کے لیے میری قیادت میں ایک کمیٹی کی تشکیل بھی دی گئی، جس میں ایس کے شرما، بلی اسٹیونس اور نذر الاسلام شامل تھے۔

کبھی کبھی سوچتا تھا کہ اگر ہماری یہ کوشش ناکام ہو جاتی ہے تو سارا الزام ہمارے سر آئے گا۔ لیکن میں نے مشکلات میں ہاتھ پیر ڈھیلے کرنا نہیں سیکھا ہے۔ اب ذمے داری لی ہے تو اسے نبھانا ہی ہوگا اور پھر آئی سی ایف کا کام تو آگے بڑھانا ہی ہے۔ جس پودے کو اب تک ہم لوگ اپنے خون پسینے سے سینچتے رہے ہیں اس کو سوکھنے نہیں دیں گے۔

بعد میں کافی ای میل کے تبادلوں اور خط و کتابت کے بعد متفقہ رائے سے آئی سی ایف کے جو عہدیدار چنے گئے ان کے ناموں کا اعلان کیا گیا:

صدر	عارف نقوی	
نائب صدر	ایلیز امارٹی نیلی	(اٹلی)
	لینگلی ماتھیاس	(سری لنکا)،
	نذر الاسلام	(برطانیہ)،
	جنید پا لک ایم پی	(بنگلہ دیش)،
	مرتضٰی زلفی	(پاکستان)
	رتن سنگھ	(ہندوستان)،
	بلبیر سنگھ	(ملیشیا)
جنرل سکریٹری	ایس کے شرما	(ہندوستان)
اسسٹنٹ سکریٹری	روہنی ماتھیاس	(سری لنکا)
خزانچی	محمد سعید	(مالدیپ)
لائف ممبر	ظہیر نصیر	(مالدیپ)

ہاں تو میں بات یو ایس او پین کی کر رہا تھا۔ حالانکہ بہت سے ملکوں کے کھلاڑی وہاں پر نہیں آسکے تھے پھر بھی ٹورنامنٹ کا انتظام اتنا شاندار تھا کہ یہ بات بہت سے لوگوں کو محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی۔ انھیں کیا پتہ کہ ہمیں اندرونی کیا پریشانی ہے۔ میچ بھی نہایت ہی دلچسپ

ہوئے۔ مثلاً سنگلس کے فائنل میں یوگیش پردیشی اپنی ہی ٹیم کے رادھا کرشنن کے خلاف کھیل رہا تھا۔ دونوں ایک ایک گیم جیت چکے تھے۔ تیسرا گیم چل رہا تھا۔ یوگیش بہت پیچھے تھا۔ اس کے جیتنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس وقت رادھا کرشنن ۲۰ پوائنٹ بنا چکا تھا جبکہ یوگیش کا اسکور صرف ایک تھا۔ مگر اچانک کھیل کا پانسہ ایسا پلٹا اور یوگیش کا ہاتھ ایسا چلا کہ اس نے رفتہ رفتہ ۲۵ پوائنٹ بنا لیے اور وہ میچ جیت گیا۔ تماشبین حیران تھے مگر ان کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ ایسے ہی کئی اور واقعات بھی ہوئے۔

رچ مونڈ میں ورلڈ کپ کے نتائج اس طرح رہے:

مردوں کے سنگلس میں :

۱۔ یوگیش پردیشی (ہندوستان)

۲۔ رادھا کرشنن (ہندوستان)

۳۔ پرکاش گائنگواڈ (ہندوستان)

خواتین کے سنگلس میں :

۱۔ ایلاوزھاکی (ہندوستان)

۲۔ کویتا سوما نچھی (ہندوستان)

۳۔ پی جی ریوتی (ہندوستان)

مردوں کے ڈبلس میں :

۱۔ پرکاش گائنگواڈ اور رادھا کرشنن (ہندوستان)

۲۔ یوگیش پردیشی اور ظہیر پاشا (ہندوستان)

۳۔ سروان چندر بابو اور نیل کاٹو (امریکہ)

خواتین کے ڈبل میں :

۱۔ ایلاوزھاکی اور ریوتی (ہندوستان)

۲۔ رشمی کماری اور کویتا سوما نچھی (ہندوستان)

۳۔ ایشتھ فیناض اور امیناتھ وِشاما (مالدیپ)

یو ایس اوپن کے مقابلوں میں، جو سوئس لیگ سسٹم کی بنیاد پر تھے ہندوستان کے ظہیر پاشا نے ٹرافی جیتی۔ اسی کی ٹیم کا یوگیش پردیشی دوسرے مقام پر آیا۔

ورلڈ کپ میں جانے سے قبل ہی میں نے واشنگٹن میں ہندوستانی سفیر شریمتی میرا شنکر کو، جنھیں میں برلن سے جانتا تھا، خط لکھ کر ٹورنامنٹ میں آنے کی دعوت دی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ خود تو واشنگٹن سے رِچ مونڈ تک نہیں آسکیں مگر انھوں نے اپنے سفارت خانے کے ایک اہم افسر کو اپنے نمایندے کے طور پر وہاں بھیج دیا جنھوں نے نہ صرف میچ دیکھے اور انعامی تقریب میں حصہ لیا بلکہ اپنی تقریر میں کیرم کے کھیل کی تعریف کی اور یو ایس اے کے کیرم کھلاڑیوں کو ہندوستانی سفارت خانے کی طرف سے تعاون کا پورا یقین دلایا۔ انعامی تقریب میں زوردار سنگیت کا پروگرام ہوا جس میں شاید ہی کوئی ایسا کھلاڑی ہوگا جس کو گانا نہ پڑا ہو۔ لگتا تھا کہ کیرم کے کھلاڑی پیدائشی گویّے بھی ہوتے ہیں۔

ورلڈ کپ کے اختتام پر میں ہندوستانی ٹیم کے ساتھ ایک بس میں واشنگٹن تک گیا اور وہاں ٹورسٹ بس سے شہر کی سیر کی اور اسٹیمر سے دریا کے چاروں طرف کے خوبصورت مناظر دیکھے۔ اس دن مجھے احساس ہوا کہ ایس کے شرما ایک ماہر کیرم ادھیکاری اور ماہر امپائر و اچھے کھلاڑی ہی نہیں ہیں بلکہ ایک اچھے ٹورسٹ گائڈ بھی ہیں۔ انھوں نے شاید واشنگٹن کے جغرافیہ اور کلچر کے بارے میں بہت کچھ ریسرچ کر رکھی تھی۔ اس لیے ہم لوگوں کو ایک دن میں واشنگٹن گھومنے میں آسانی ہوگئی۔ اسی شام کو میں نے واشنگٹن سے رِچ مونڈ لوٹ کر اپنے ایک رشتے دار خسرو کے گھر پر قیام کیا اور دوسری صبح ان کے ساتھ ہوٹل میں پہنچ کر اپنا سامان اٹھایا اور وہاں سے ہوائی اڈے کی طرف چل دیا۔

□□□

کیرم ہندوستان کی لوک سبھا میں

اکتوبر میں مجھے ہندوستان جانا تھا۔ وہاں پر اپنے رشتے داروں سے ملنے کے علاوہ لکھنؤ کے ایک اسکول شعاع فاطمہ کالج کی سالانہ تقریب میں حصہ لینا تھا۔ اپنے قیام کے دوران شروع نومبر میں میں لکھنؤ سے چند دن کے لیے دہلی گیا۔ ایس کے شرما اور شرن مجھے آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے صدر جے پی اگروال ایم پی سے ملوانے کے لیے پارلیمنٹ ہاؤس میں لے کر گئے۔ وہاں دیر تک ان سے عالمی کیرم فیڈریشن اور اس میں ہندوستانی کیرم فیڈریشن کے رول کے بارے میں بات چیت ہوئی۔ دوبلے پتلے قد کے دیکھنے میں سادا مزاج جے پی اگروال جن کی ہندوستان میں کیرم کے کھلاڑی خاص عزت کرتے ہیں، ان دنوں کیرم کی بہت عملی مدد کر رہے ہیں۔ اس لیے میرا فرض تھا کہ آئی سی ایف کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کروں۔ معلوم ہوا کہ لوک سبھا کی اسپیکر میرا شنکر صاحبہ نے لوک سبھا میں کیرم کی کافی تعریف کی ہے۔ چنانچہ اگروال جی نے کہا کہ میں ان سے ضرور ملوں۔ اسپیکر میرا شنکر کا نام تو کافی سنا تھا مگر ان سے ملاقات کا شرف کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ وہ بہت ہی قابلِ احترام شخصیت ہیں۔ سابق وزیر دفاع جگ جیون رام کی بیٹی ہیں، جن سے میں کسی زمانے میں برلن میں مل چکا تھا اور انٹرویو بھی لیا تھا۔ بہار کے پٹنہ ضلع میں ۳۱ مارچ کو پیدا ہوئی ہیں۔ پانچ بار پارلیمنٹ کی رکن چنی جا چکی ہیں، وزیر برائے سماجی انصاف رہ چکی ہیں۔ پیشے سے ایک وکیل اور ڈپلومیٹ ہیں۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ کہ نہایت ہی ملنسار اور روشن خیال ہیں۔ چنانچہ جب ہندوستانی کھلاڑی کیرم ورلڈ کپ کا ٹائٹل جیت کر امریکہ سے

لوٹے تھے تو انھوں نے باضابطہ پارلیمنٹ میں ہندوستانی ٹیم اور کیرم کے کھیل کی تعریف کی تھی۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد ہم لوک سبھا کی اسپیکر کے کمرے میں ان کے ساتھ کیرم کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور تصویریں کھنچوا رہے تھے اور میں آئی سی ایف کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

دہلی میں ایک دن مجھے ایس کے شرما اور شرن ایک بہت بڑے سرمایہ دار، جو شاید ملک کے بہت سے فائیو اسٹار ہوٹلوں کے مالک ہیں، غالباً ان کا نام سوری تھا، سے ملوانے کے لیے لے کر گئے۔ انھوں نے بڑے تپاک سے ریسیو کیا اور کیرم کے بارے میں بات چیت کی اور اپنے ہوٹل میں ہمیں ایک بڑے ڈنر میں شرکت کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ اگر ہم ہندوستان میں اگلی عالمی چیمپین شپ کا ٹورنامنٹ کریں گے تو وہ اسپانسر کریں گے۔ بعد میں کیا اڑچنیں آئیں یہ مجھے نہیں معلوم۔

□□□

ہائے ویزا

۲۰۱۱ء میں ہمارا یوروکپ فرانس میں تھا۔ جب کہ ایشین اور سارک چیمپین شپ کے ٹورنامنٹ مالے میں اور چھٹا آئی سی ایف کپ ملیشیا کی راجدھانی 'کوالالمپور' میں رکھا گیا تھا۔

میں ۲۲؍جون کو ہوائی جہاز سے پیرس پہنچا۔ وینو موریلیا کی پتنی نے مجھے ہوائی اڈے پر ریسیو کیا۔ اور ویلے پنٹے' نامی مقام پر جس بڑے گیسٹ ہاؤس میں قیام کا بندوبست تھا وہاں پہنچایا۔ دوسرے دن ایک بڑے اسپورٹس ہال میں رسمی طور سے ۱۴ویں یوروپین کپ کا میں نے آئی سی ایف اور ای سی سی کے صدر کی حیثیت سے افتتاح کیا۔ یوروپ کے مختلف ملکوں کے تقریباً سو کھلاڑی وہاں پر موجود تھے۔ جرمنی اور خاص طور سے برلن سے بھی بہت سے وہاں گئے تھے۔ اکیلے سنگلس کے مقابلوں میں ۹۶ کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔ جن میں برطانیہ کا کرنل عابدین سب سے کامیاب ہوا۔ اس نے فائنل میں فرانس کے فابیان پر یرا کو ۱۴ کے مقابلے میں ۲۵ پوائنٹ بنا کر ہرایا۔ مگر اس کے لیے اسے ۱۴ بورڈ کھیلنا پڑے۔ تیسرے مقام پر فرانس کا پیئر دوبوائے آیا۔ ڈبلس کی ٹرافی بھی برطانیہ کے جوڑے کرنل عابدین اور سنہار علی نے اپنی ہی ٹیم کے نذرالاسلام اور محی الدین احمد کو ہرا کر جیتی۔ تیسرے مقام پر فرانس کی جوڑی پیئر دوبوائے اور کولارڈ اسٹیو آئی۔ اس موقع پر میں نے الیزا کی مدد سے عالمی کیرم فیڈریشن کی طرف سے انٹرنیشنل امپائرس کا امتحان بھی لیا جس میں چیک ری پبلک کے ہورسٹ سی مونسکی نے بہت اچھے نمبروں سے اے گریڈ میں کامیابی حاصل کی اور بعد میں فائنل میچ میں امپائرنگ کی۔ انعامات کی تقسیم وِلے پنٹے کی میئر مادام ویلی رولفانڈ اور میرے

ہاتھوں کی گئی۔ مادام ویلی رولفانڈ نے کیرم کے کھیل کی تعریف کرتے ہوئے مستقبل میں بھی تعاون کا وعدہ کیا۔ جبکہ میں نے یوروپ میں کیرم کے کھیل کے معیار کی ترقی کی طرف دھیان دلایا۔

۲۰۱۱ء میں ساری دنیا میں شاعر فیض احمد فیض کی صد سالہ سالگرہ منائی جارہی تھی۔ ہم نے بھی برلن میں ایک بڑی تقریب کی جس میں ہندوستان سے ڈاکٹر راجم پلّے ،لندن سے قائم خاقانی اور ڈنمارک سے صدف مرزا وغیرہ مہمانوں نے شرکت کی۔ بروسلس میں ایک ادیبوں کا جلسہ کیا گیا جس میں سارے یوروپ کے لیے ایک فیض احمد فیض سینٹینری تیاری کمیٹی قائم کی گئی جس کا صدر مجھ کو بنایا گیا۔ چنانچہ لندن میں جب مارچ میں ایک بڑا جشن فیض احمد فیض منایا گیا تو اس میں میں اور میرے ساتھ ہماری اردو انجمن برلن کے نائب صدر انور ظہیر رہبر بھی مدعو تھے۔ لیوٹن میں برطانیہ کی کیرم فیڈریشن کے صدر نذر الاسلام نے ہمیں ریسیو کیا اور پہلے اپنے گھر لے کر گئے۔ وہاں ان کے ڈرائنگ روم میں ایک کیرم بورڈ رکھا تھا اور الماریاں کیرم کی ٹرافیوں سے بھری تھیں۔

اسی سال میں نے ستمبر میں ہندوستان کی کیرم ٹیم کو یوروپ میں ٹسٹ میچ کھیلنے کے لیے دعوت دی تھی۔ آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے جنرل سکریٹری ایس کے شرما سے طے ہوا تھا کہ وہ تین یا چار کھلاڑیوں کو لے کر جرمنی، انگلینڈ، سوئٹزرلینڈ، سویڈن، پولینڈ اور چیک ری پبلک کا دورہ کریں گے اور وہاں پر ان ملکوں کی ٹیموں کے ساتھ میچ کھیلیں گے اور یوروپین ٹیم کے ساتھ دو ٹسٹ میچ لندن اور برلن میں کھیلیں گے۔ میں نے ان ملکوں کی فیڈریشنوں کی طرف سے الگ سے دعوت نامے بھی بھجوادیۓ تھے تاکہ ویزا لینے میں آسانی ہو جائے۔ مگر ٹیم کے رہنما خود ایس کے شرما اور ان کے ساتھ میں شریمتی کامنا یادو کو جرمن سفارت خانے سے ویزا نہیں دیا گیا۔ ایک دوسرے لڑکے کی درخواست کو بھی ٹھکرا دیا گیا۔ صرف عالمی چیمپین یوگیش پردیشی اور ایشیا نمبر ایک پرکاش گائکواڈ کسی طرح سے ویزا حاصل کر سکے۔ ۱۶ ستمبر کو جب یوگیش اور پرکاش اکیلے برلن پہنچے تو یہاں کے لوگوں کو بہت مایوسی ہوئی۔

ڈورٹمنڈ سے جرمن چیمپین پیٹر بوکر اور جرمن نمبر ۲ تھو بیاز کروگر ۵۰۰ کیلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے اور وولف گا نگ ڈارم اسٹاڈ سے سوا چھ سو کیلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے یہاں ہندوستانی کھلاڑیوں سے کھیلنے کے لیے آ چکے تھے۔ جرمن کیرم فیڈ ریشن کے صدر ہمارے دوست یورگ کیجانسکی بھی کولون سے یہاں پر آ گئے تھے۔ ہمیں ہندوستانی اور یوروپین ٹیم کے ٹسٹ میچ کو ترک کرنا پڑے مگر جرمن کھلاڑیوں اور ہندوستانی کھلاڑیوں کے بیچ دلچسپ میچ اور دوستانہ کھیل ہوئے جن میں مقامی کھلاڑی بھی شریک تھے۔ یہ کھیل ہم نے دو مقامات پر رکھے۔ پہلے دن ایک ریستوراں میں اور دوسرے دن ایک کلچرل سنٹر میں۔

۱۹ ر ستمبر کو میں یوگیش اور پر کاش کو لے کر پولینڈ کی راجدھانی وارسا گیا، جہاں زوردار استقبال کیا گیا اور ہندوستانی کھلاڑیوں اور پولینڈ کے کھلاڑیوں نے جوش خروش سے میچ کھیلے جن میں پولش فیڈ ریشن کے صدر یاکوب نوواکووسکی، سکریٹری پاؤلینا نوواکووسکا، دھیرج سنہا، سیلوسٹر پوگوریلسکی اور اجے وغیرہ شامل تھے۔ دوسرے دن ہم نے شہر کے تاریخی مقامات کو دیکھا اور رات کی ٹرین سے چیک ری پبلک کی راجدھانی پراگ کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہاں بھی ہم لوگوں کا زوردار استقبال کیا گیا اور شہر کی سیر کے بعد شام کو کیرم کے میچ اور ڈیمانسٹریشن رکھے گئے جن میں بہت لوگوں نے شرکت کی۔ ہر شخص عالمی چیمپین اور ایشیا نمبر ا کو دیکھنا اور ان کے ساتھ کھیلنا چاہتا تھا۔

ہماری اگلی منزل چیک ریپبلک کی راجدھانی پراگ تھی۔ وہاں بھی ہمارا زوردار استقبال کیا گیا۔ شام کو ایک ریستوراں میں ہندوستانی کھلاڑیوں کے ساتھ دوستانہ میچ رکھے گئے تھے، جو ایک طرح سے اچھی پریکٹس میں بدل گئے۔ ہر شخص یوگیش اور پرکاش سے کھیلنے کے لیے بے تاب تھا۔ دوسرے دن ہم نے شہر کی سیر کی اور شام کو میں نے یوگیش اور پرکاش کو زیورچ (سوئٹزرلینڈ) جانے والی ٹرین پر بٹھایا۔ خدا حافظ کہا اور دوسری ٹرین سے برلن کے لیے روانہ ہو گیا۔ ایس کے شرما کیونکہ اس دوران میں زیورچ پہنچ چکے تھے اور زیورچ سے کارلیٹو بولن نے یقین دلا دیا تھا کہ وہ ہندوستانی کھلاڑیوں کو اسٹیشن پر لے لے گا اس لیے میں

مطمئن تھا۔ مگر یہ حیرت ضرور تھی کہ ایس کے شرما اور کامنا یادو کو جرمن سفارت خانے نے ویزا دینے سے انکار کر دیا تھا اور اب وہ نہ جرمنی آسکتے تھے نہ پولینڈ اور چیکوسلوواکیہ، نہ سویڈن نہ برطانیہ مگر سوئیٹزرلینڈ میں آ کر وہاں کے قدرتی حسن سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

پراگ سے میں سیدھا برلن آیا۔ راستے میں اچانک پیر میں زور کا درد شروع ہوا اور برداشت سے باہر ہونے لگا، جوڑی بھی چڑھنے لگی تھی۔ مگر میں نے کسی طرح سے جھیل لیا۔ ان دنوں برلن میں نوجوانوں کا یوروپ میں سب سے بڑا میلا لگا ہوا تھا جس میں ہماری برلن کی ایسوسی ایشن نے ایک بڑا کیرم کا اسٹینڈ لگایا تھا، جس کے معاہدے پر میں نے ہی دستخط کئے تھے۔ اس لیے میرا وہاں جانا ضروری تھا۔ بعد میں وہاں سے اسٹیشن پہنچا اور دن کو ایک بجے کی ٹرین سے ڈارم اسٹاڈ کے لیے روانہ ہو گیا جہاں جرمن کیرم فیڈریشن اپنی ۲۵ ویں سالگرہ منا رہی تھی اور مجھے انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن اور یوروپین کیرم کنفیڈریشن کی طرف سے تہنیت کے پیغامات اور سرٹیفیکیٹ پیش کرنا تھے۔

□□□

جرمن کیرم فیڈریشن کی ۲۵ ویں سالگرہ

رات کو آٹھ بجے کے قریب میں ڈارم اسٹاڈ کے ریستوراں پہنچا۔ جہاں جرمن فیڈریشن کی ۲۵ ویں سالگرہ کی تقریب تھی۔ اسی دن وہاں پر اوپین جرمن چیمپین شپ کا ٹورنامنٹ بھی تھا۔ اس لیے سارے جرمنی کے کھلاڑی موجود تھے۔ اس سے قبل کہ میں ICF اور ECC کی طرف سے کچھ کہوں اور جرمن کیرم فیڈریشن اور ڈارم اسٹاڈ کے کیرم کلب کی خدمات کی سراہنا میں سرٹیفکیٹ پیش کروں جرمن کیرم فیڈریشن کے صدر یورگ کیجانسکی نے اپنی فیڈریشن کی طرف سے میری کیرم کی خدمات کے بارے میں ایک تقریر کر ڈالی اور تالیوں کی گونج میں مجھے ایک سرٹیفکیٹ پکڑا دیا اور کہا:

''عارف کے بغیر جرمنی کی کیرم فیڈریشن اس مقام پر نہ ہوتی جہاں وہ آج ہے۔ عارف کے بغیر ہم جرمنی کی کیرم فیڈریشن کا تصور نہیں کر سکتے ہیں۔''

اس جلسے کے بعد سب لوگ دیر تک جشن مناتے رہے مگر مجھے واپس لوٹنا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد میں نے ڈارم اسٹاڈ سے فرانکفورٹ کی ٹرین لی اور وہاں ایک گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد دوسری ٹرین سے برلن کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک بار پھر پیروں میں درد اٹھا مگر برداشت کرنا پڑا۔ گھر آ کر کپڑے بدلے اور یوتھ میلے میں جا کر اپنا اسٹینڈ اٹھوایا۔ میری غیر موجودگی میں وہاں کا سارا کام ہماری برلن ایسوسی ایشن کا جنرل سکریٹری اولیور گرُونڈ سنبھالے ہوئے تھا۔ لحیم شحیم قد کا یہ جرمن کیرم کھلاڑی (جسے کشور کسی زمانے میں جِن کہتی تھی)، ٹورنامنٹ میں حصہ لینے سے کتراتا ہے مگر باقی سارے کام سنبھال لیتا ہے۔ اس

وقت بھی وہ سارا دن لوگوں کے سامنے کیرم کا مظاہرہ کرنے کے بعد بورڈوں، اسٹینڈ، لیمپ اور کرسیوں کو وہاں سے اٹھانے میں مصروف تھا۔

اسی سال مجھے پاکستان سے فیض احمد فیض کی صد سالہ سالگرہ کی تقریب میں مدعو کیا گیا تھا۔ لیکن انھیں تاریخوں میں ملیشیا کی راجدھانی کوالا لمپور میں چھٹا آئی سی ایف کپ تھا، جہاں پہنچنا میرے لیے ضروری تھا۔ ساتھ ہی الہ آباد میں فیض اور مجاز کی صد سالگرہ کے جلسے تھے۔ ایک جلسہ مجاز پر لکھنؤ میں بھی تھا۔ کلکتے میں ایک ادبی کانفرنس تھی۔ میں ان سب میں بھی مدعو تھا۔ لکھنؤ میں شعاع فاطمہ کالج کی تقریب میں بھی حصّہ لینا تھا اس لیے مجھے پاکستان کے لیے معذرت کرنا پڑی۔

میں ۱۹/ اکتوبر کو دہلی پہنچا۔ ایس کے شرما سے اس بار ملاقات نہیں ہو پائی۔ دوسرے دن مجھے الہ آباد کی ٹرین لینا تھی۔ وہاں مجاز کے سلسلے میں جو تقریب ہو رہی تھی اس میں مجھے مہمان خصوصی کی حیثیت سے دعوت دی گئی تھی۔ دوسرے دن سنسکرت یونیورسٹی میں فیض پر سیمینار تھا۔ اس میں دو دن شرکت کرنے کے بعد یونیورسٹی کی گاڑی سے لکھنؤ پہنچا اور وہاں پر اسی دن مجاز ڈے میں شرکت کی اور اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ لکھنؤ میں چند دن قیام کے بعد ۲۸/ نومبر کو کلکتے کی فلائٹ پکڑی جہاں اردو کے ادیبوں کی ایک کانفرنس ہو رہی تھی اور مشاعرہ تھا۔

اس دوران لکھنؤ کی کیرم ایسوسی ایشن نے، جس کا میں لائف ممبر ہوں، ایک کیرم ٹورنامنٹ رکھ دیا تھا جو وہ میری موجودگی میں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے مجھے ۳۰/ نومبر کو لکھنؤ واپس لوٹنا پڑا۔ یہ ٹورنامنٹ لکھنؤ کے بڑے اسٹیڈیم کی عمارت میں تھا اور زوردار بندوبست کیا گیا تھا۔ میں اس میں مہمان خصوصی تھا اور اس بات کی خوشی تھی کہ وہاں پر بہت سے پرانے دوستوں سے ملنے کا موقع مل گیا ہے، جن میں سے کچھ کے نام جو مجھے یاد ہیں اس طرح ہیں: محمد یوسف، محمد ارشاد، انل استھانا، اُدیش، ذیشان علی، وِجے، عفت۔

۹/ سے ۱۳/ نومبر تک کوالا لمپور میں چھٹا انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کپ کا ٹورنامنٹ تھا۔

میں ہندوستانی ٹیم کے ساتھ ایک دن قبل وہاں پہنچا۔ ہمارے رہنے اور میچوں کا بندوبست ملیشیا کی کیرم فیڈریشن نے ایک شاندار اولمپک ہوٹل میں کیا تھا۔ کھانے پینے کا بھی بہت اچھا بندوبست تھا۔ ہندوستان کے علاوہ پاکستان اور سری لنکا اور مالدیپ کی ٹیمیں بھی وہاں پر موجود تھیں مگر بہت سے ممالک کی ٹیمیں ندارد تھیں، جو بڑے شرم کی بات تھی۔ خود ہندوستان سے آئی سی ایف کے جنرل سکریٹری ایس کے شرما اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ پائے تھے۔ جس وقت میچوں کے ڈرا نکالنے کے لیے ہمارا جلسہ ہو رہا تھا، جس کی میں صدارت کر رہا تھا، تو مجھے شرم آرہی تھی، کہ اتنے کم ممالک شریک ہیں۔ ملیشیا کی کیرم فیڈریشن اپنے اسپانسروں کو کیا منہہ دکھائے گی۔ لوگ مختلف قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔ مختلف اسباب ڈھونڈھ رہے تھے۔ کسی کا خیال تھا کہ 'پراس پیکٹس' دیر سے بھیجے گئے۔ کوئی سوچتا تھا کہ ہم نے ٹھیک سے مدعو نہیں کیا۔ کسی نے کہا کہ یوروپین کھلاڑیوں کو عین وقت پر چھٹیاں نہیں ملتی ہیں۔ اسپانسر نہیں ملتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ ہم ناکامیاب رہے تھے اور وہاں آنے کے لیے زیادہ لوگوں کو تیار نہیں کر سکے تھے۔ لوگوں کی شکایتیں بہت حد تک بجا تھیں۔ اس لیے میرا خیال تھا کہ ہمیں اپنے ٹورنامنٹوں کو دلچسپ اور اہم بنانا چاہئے اور اپنے طریقہء کار میں بہت سی تبدیلیاں کرنی چاہئیں۔

۱۰ رنومبر کو میں نے آئی سی ایف کپ کا افتتاح کیا۔ اور اس میں بعض کمزوریوں کا اعتراف کیا۔ خیر جب میچ شروع ہوئے تو ان کا معیار اتنا اچھا تھا اور وہاں پر موجود سب کھلاڑی اتنے جوش خروش سے کھیل رہے تھے کہ ہم اس وقت ٹورنامنٹ میں جو جھول آگئے تھے ان کو بھول چکے تھے۔

مردوں کے سنگلس میں پہلے آٹھ مقامات پر مندرجہ ذیل کھلاڑی آئے:

۱۔ یوگیش پردیشی (ہندوستان)

۲۔ پرکاش گائکواڈ (ہندوستان)

۳۔ این۔ فرنانڈو (سری لنکا)

۴۔ چامیل کورے (سری لنکا)

۵۔ رادھا کرشنن (ہندوستان)

۶۔ ایم نٹ راج (ہندوستان)

۷۔ ایم شریف الدین (سری لنکا)

۸۔ ایچ۔ نیشام (مالدیپ)

خواتین کے سنگلس میں پہلی چاروں پوزیشنیں ہندوستان کی

۱۔ رشمی کماری

۲۔ پرمیلا دیوی،

۳۔ کویتا سوما نچھی اور

۴۔ ایلا وزھا کی نے پائیں۔ پانچویں، چھٹی اور ساتویں اور آٹھویں سری لنکا کی

۵۔ مدھوشِکھا،

۶۔ روشیتا

۷۔ چالانی اور

۸۔ اروشا نے حاصل کیں۔

ڈبلس کے مقابلوں میں ہندوستان کے عالمی چیمپین یوگیش پردیشی اور ایشیا نمبر ا پرکاش گانگواڈ نے اپنی ہی ٹیم کے نٹ راج اور رادھا کرشنن کو فائنل میں ہرایا۔ سری لنکا کا جوڑا چامیل کورے اور نِشانتا فرنانڈو تیسرے مقام پر رہا۔ خواتین میں ہندوستان کی ایلا وزھا کی اور رشمی کماری پہلے مقام پر، پرمیلا دیوی اور کویتا سوما نچھی دوسرے مقام پر آئیں، جبکہ سری لنکا کی ایم۔ کنچن مالا اور جے۔ روشیتا تیسرے مقام پر آئیں۔

ٹیمس چیمپین شپ میں سب سے کامیاب ہندوستان رہا۔ اس کے بعد سری لنکا،

مالدیپ، ملیشیا اور پاکستان کی ٹیمیں آئیں۔

سوئس لیگ کے مقابلوں میں ہندوستان کا رادھا کرشنن جیتا۔ حیرت کی بات یہ کہ ہندوستانی خاتون کویتا سوما نچھی نے ۴۷ پوائنٹس کے ساتھ رادھا کرشنن کو چھوڑ کر ساری دنیا کے مرد کھلاڑیوں کو پیچھے ڈال دیا اور دوسری پوزیشن جیت لی جبکہ سری لنکا کے چامیل کورے کو تیسری پوزیشن ملی۔ ہندوستان کا عالمی چیمپین یوگیش پردیشی اور ایشیا نمبر ایک پرکاش گائکواڈ وغیرہ سبھی کویتا سوما نچھی سے پیچھے رہ گئے۔

۲۰۱۲ء میں میں جنوری میں اپنی اہلیہ کو لے کر چھٹیاں منانے کے لیے کویت اور استنبول گیا۔ کویت میں تو خیر میرے دو بھانجوں نے اچھی طرح سے سیر کرادی مگر استنبول میں ہمیں میلوں پیدل چلنا یا ٹرام سے سفر کرنا پڑا۔ حالانکہ میں پچھلے ایک دو سال سے اپنے پیروں میں شکایت محسوس کر رہا تھا اور زیر علاج بھی تھا۔ جنوری میں میں نے کولون میں جا کر جرمن کیرم فیڈریشن کی سالانہ میٹنگ میں شرکت کی اس کے بعد لوٹ کر ایک اسپیشلسٹ کو دکھایا تو اس نے مجھے اسپتال میں بھیج دیا۔ وہاں پر ڈاکٹروں نے کافی چھیڑ چھاڑ کی اور کہا کہ جو نلی خون کو دل سے ٹانگ تک پہنچاتی ہے اس میں ایک بلاک ہے۔ چنانچہ دائیں ران سے ایک 'کتھیڈرا' ڈال کر بائیں ٹانگ میں گھٹنے کے نیچے تک پہنچایا گیا اور بلاک کو دور کرنے کی کوشش کی گئی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ مجھ سے کہا گیا کہ ایک مہینے کے بعد آیئے تو آپریشن کیا جائے۔

۲۹/ مارچ کو میرا آپریشن کیا گیا جو کامیاب ہو گیا۔ مگر ایسا کامیاب کہ ایک مہینہ اسپتال کا کھانا کھانا پڑا اور جب وہاں سے چھوڑا گیا تو سوجن باقی تھی اور چلنا مشکل تھا۔ اپریل میں مجھے تین ہفتوں کے لیے ایک بہترین Rehabilitation Centre میں بھیجا گیا جہاں خوب ورزش کرائی گئی۔ سائکل چلوائی گئی۔ سیر کروائی گئی اور مالش کی گئی اور آخیر میں سب کچھ روک دیا گیا کیوں کہ میرے پیر کی سوجن اور بڑھ گئی تھی اور بلڈ پریشر بھی اونچا تھا۔ تین ہفتے کے بعد جب وہاں سے واپس لوٹا تو میرے ڈاکٹر نے کہا کہ پیر ٹھیک نہیں ہے اسی

اسپتال میں پھر جایئے جہاں آپ کا آپریشن کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب میں پھر اسی اسپتال میں تھا۔ وہاں پوری طرح سے جانچ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے بتایا کہ آپریشن ٹھیک ہوا ہے۔ بس آپ کے پیر میں infection ہے۔ آپ کو ایک ہفتہ یہاں رہنا ہوگا۔ مجھے anti biotics کے ڈراپس دیئے گئے اور پھر ایک ہفتے کے بعد anti biotics کی گولیاں دے کر چھٹی دے دی گئی، یہ کہہ کر کہ ایک ہفتہ اور اس کا استعمال کیجئے۔

ان تین مہینوں میں نظمیں اور غزلیں تو بہت سی لکھ ڈالیں مگر کیرم کے بغیر زندگی بے مزہ لگتی تھی۔ رہ رہ کر کیرم کی باتیں اور کیرم کے کھلاڑی یاد آتے تھے۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ لیپ ٹوپ ہر جگہ میرے ساتھ رہا اور میں اپنے دوستوں۔ رشتے داروں اور ساری دنیا کی کیرم فیڈریشنوں کے لوگوں سے ای-میل کے ذریعے منسلک رہا اور ویب سائٹ:

www.carrom-icf.org, www.carrom-ecc-europe-org

www.carromverein-ber!in.de

کو update کرتا رہا۔ خیر اس مرحلے سے اب میں گزر چکا ہوں۔ ابھی جون میں ۱۵ ار سے ۱۷ ار تاریخ تک ڈارم اسٹاڈ، جرمنی میں جو ۱۶ واں یوروکپ ٹورنامنٹ ہوا ہے اس میں شرکت کر کے لوٹا ہوں اور اکتوبر کے آخر میں شری لنکا کی راجدھانی کولمبو میں چھٹی عالمی کیرم چیمپین شپ میں شرکت کا منصوبہ بنا رہا ہوں جو ۳۱ راکتوبر سے ۴ نومبر تک وہاں پر ہوگی اور جس میں ساری دنیا کی ٹیمیں اور کھلاڑی شرکت کریں گے۔

اس بار ڈارم اسٹاڈ میں یوروکپ کے دوران بہت سے ملکوں کے کھلاڑیوں نے عالمی چیمپین شپ میں شرکت کی خواہش ظاہر کی ہے۔ ڈارم اسٹاڈ کا یہ ٹورنامنٹ جرمن کیرم فیڈریشن اور وہاں کے مقامی کلب نے بہت خوبی سے تیار کیا تھا جس کا سہرا جی سی ایف کے صدر یورگ کیجانسکی، ڈارم اسٹاڈ کیرم کلب کے صدر گنتر زائبرٹ اور ان کے ساتھیوں دوولنا گانگ وغیرہ کے سر جاتا ہے۔

۱۵ ارجون کو جب وہاں کے میئر کی موجودگی میں، جو مہمان خصوصی تھے، میں نے یوروکپ

کا افتتاح کیا تو یہ اعلان بھی کیا کہ پہلی بار یورو کپ میں ۱۱ ملکوں کے کھلاڑی شرکت کر رہے ہیں۔ ان ملکوں کے نام ہیں: جرمنی، فرانس، اٹلی، برطانیہ، سوئٹزر لینڈ، پولینڈ، چیک ری پبلک، سویڈن، اسپین، ہالینڈ، سلووینیا۔ لوگوں کے جوش خروش کا اثر میچوں پر بھی پڑا۔ کھلاڑیوں نے بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا۔

ٹیمس چیمپین شپ میں حالانکہ برطانیہ کی ٹیم جیتی مگر صرف دو پوائنٹ کی برتری سے۔ دوسرے مقام پر جرمنی کی ٹیم تھی اور تیسرے پر فرانس کی ٹیم۔ سنگلس کے مقابلوں میں برطانیہ کا کرنال عابدین ٹرافی جیتا مگر فرانس کے پیئر دوبوائے نے اسے فائنل میں سخت ٹکر دی۔ تیسرے مقام پر جرمنی کا پیٹر بوکر رہا۔ ڈبلس میں برطانیہ کے کرنال عابدین اور نذر الاسلام کی جوڑی نے اپنے ہی ملک کے اش کمار اور شعاب احمد کی جوڑی کو ہرایا۔ جرمنی کا پیٹر بوکر اور توبیاز کروگر تیسرے مقام پر آئے۔

فائنل میچ کے بعد ایک کھلے میدان میں انعامات تقسیم کرنے کے لئے جلسہ کیا گیا جس میں یوروپین کیرم کنفیڈریشن کی جنرل سکریٹری الیزا مارٹینیلی اور فرم 'اینیر یکو سسٹم' جو اسپانسر کر رہی تھی اس کی دو خواتین جولیانے ماخ اور شاری بوئلکے کے ہاتھوں سے کھلاڑیوں کو انعامات دئے گئے۔ اور میں نے اپنی تقریر میں خاص طور سے میچوں کے معیار اور دوستانہ ماحول کی تعریف کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ۲۰۱۳ء میں ۱۷واں یوروپین کپ پولینڈ کی راجدھانی وارسا میں ہوگا۔

انعامات کی تقسیم کے بعد جب ہم ڈنر میں حصہ لے رہے تھے اور ایک دوسرے کو خدا حافظ کہتے جا رہے تھے تو مجھے وہ دن یاد آ رہے تھے جب میں پہلی بار دہلی سے ایک ہلکے وزن کا کیرم بورڈ ہوائی جہاز میں لے کر یہاں آیا تھا۔ جسے بعد میں میرے پڑوسی دوست کوثر علی خاں کی پانچ سالہ بیٹی صائمہ نے یہ سوچ کر صابن سے دھو ڈالا تھا کہ وہ گندا ہے۔ پھر بعد میں ہمیں خود اپنے دوست پیٹر فنک (مرحوم) کی مدد سے کیرم بورڈ بنانے اور اس کی ورک شاپ میں لکڑی کے اسٹرائکر اور گوٹیں بنانے پڑے تھے۔ اسٹینڈ نہ ہونے کی وجہ سے میز پر

کیرم بورڈ رکھ کر کھیلنا پڑتا تھا۔ اور آج جب یہ کھیل اتنا ترقی کر گیا ہے تو کھلاڑیوں کی بھنویں ذرا ذرا سی خرابی پر چڑھ جاتی ہیں اور ہمیں کوشش کرنا پڑتی ہے کہ پرفیکٹ perfect کیرم بورڈ اور ساز و سامان فراہم کریں۔ مگر یہ پرفیکشن perfection ابھی تک مجھے نہ یورپ میں نظر آیا ہے نہ ہندوستان میں نہ امریکہ میں۔ کیوں؟

یہ ایک ایسا سوال ہے، جو میرے ذہن میں ڈارم اسٹاڈ میں یورو کپ کے اختتام پر رات کو ٹرین سے برلن واپس لوٹتے وقت بھی کلبلا رہا تھا اور اس وقت بھی پریشان کر رہا ہے۔ پھر یہ سوچ کر خود کو تسلّی دے لیتا ہوں کہ شاید یہ پرفیکشن perfection کبھی حاصل ہو جائے۔

جو بھی ہو، اس وقت یہ کھیل لوگوں کی تفریح اور ذہنی تر و تازگی کا ایک ذریعہ ہے۔ ایک ایسا کھیل جس کی زبردست سماجی اہمیت ہے اور جو بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کا بڑا سادھن ہو سکتا ہے۔ اکثر ہمارے کھلاڑی عروج پر پہنچنے کے بعد اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہمارا مقصد محض اچھے کھلاڑی پیدا کرنا اور نام کمانا ہی نہیں ہے، بلکہ سماج میں کیرم کا جو مثبت رول ہے اسے اور مضبوط بنانا اور باور کرانا ہے اور اس کے لیے ہزاروں پیچ و خم کو سلجھانا ہوگا۔

میرے لیے تو کیرم کا کھیل ایک ایندھن کا کام کرتا ہے۔ چنانچہ جب میں کمپیوٹر پر لکھتے لکھتے تھک جاتا ہوں، خصوصاً رات کو ایک یا دو بجے، تو پانچ منٹ اپنے کیرم بورڈ پر بیٹھ کر (جو میرے ریڈنگ روم میں رکھا ہے) ٹِک ٹِک کر لیتا ہوں اور پھر تر و تازہ ہو کر کام کرنے لگتا ہوں۔ یہ گنگناتے ہوئے:

گیت:

ٹِک ٹِک ٹِک ٹِک
کیرم کا ہے کھیل نرالا
کتنا سندر کتنا پیارا

ٹِک ٹِک ٹِک ٹِک

بوڑھے بچے مرد اور عورت
پیر و جواں سب کھیلیں کیرم
سب کا پیارا سب کا نیارا
کتنا سندر کتنا پیارا

ٹِک ٹِک ٹِک ٹِک

کیرم کا ہے کھیل نرالا
کتنا سندر کتنا پیارا
بورڈ پہ گوٹیں ایسے دوڑیں
ڈال پہ جیسے چڑیاں پھدکیں
بن میں سندر ہرنیں دوڑیں
راج محل میں سکھیاں ناچیں
دل کو لبھائیں شوق بڑھائیں

ٹِک ٹِک ٹِک ٹِک

کیرم کا ہے کھیل نرالا
کتنا سندر کتنا پیارا
لال چنریا اوڑھ دُلہنیا
جھرمٹ میں مسکائے
سب کا من للچائے
کالی گوٹیں گوری گوٹیں
ناچ دکھائیں دل کو لبھائیں
رانی پر قربان

کیرم کی ہے شان
لال دلہنیا بیچ میں بیٹھے
ناز دکھائے پریت جگائے

گوٹوں کی سردار
تاج کی ہے حقدار
ٹِک ٹِک ٹِک ٹِک
اور یہ عاشق مست قلندر
راج کنور یہ اسٹرائیکر
سب گوٹوں کے راجہ اندر
کیرم کے بھگوان
خوشیوں کی پہچان
سارے جگت کی شان
گھر گھر کی ہے آن
الفت کی ہے تان
سب کھیلوں کی جان
مست ہوئے انسان
کوئی نہیں انجان
ٹِک ٹِک ٹِک ٹِک
کیرام کا ہے کھیل نرالا
کتنا سندر کتنا پیارا
ٹِک ٹِک ٹِک ٹِک

کوئن

اے میری ملکہ، میری دلبر میری جانِ وفا

فخرِ کیرم، فخرِ عالم، فخرِ دل، فخرِ نظر

رونقِ بازیچہء طفل و جواں شاہ و گدا

اے میری ملکہ میری دلبر میری جانِ وفا

بورڈ پر چلتی ہے اس انداز سے

جیسے ہرنی دشت میں دوڑا کرے

اور چڑیا شاخ پر پھدکا کرے

اے میری ملکہ، میری دلبر میری جانِ وفا

تیری صورت پر فدا سب رنگ ہیں

تیرے جلووں پر نگاہیں دنگ ہیں

اے میری ملکہ میری دلبر میری جانِ وفا

نو پیادے فام ہیں اور نو رقیبانِ سیاہ

ہر ادائے ناز پر قربان ہیں بے چین ہیں

اے میری ملکہ میری دلبر میری جانِ وفا

فخرِ کیرم فخرِ عالم فخرِ دل فخرِ نظر

رونقِ بازیچہء طفل و جواں شاہ و گدا

اے میری ملکہ-----------

— عارف نقوی

□□□

وارسا میں یوروکپ

ہمارا ۱۷واں یوروکپ ٹورنامنٹ ۲۱ سے ۲۳ جون ۲۰۱۳ء کو پولینڈ کی راجدھانی وارسا کے قریب لینسو نامی ایک قصبے میں تھا۔

اس سے پہلے ہمارے یوروکپ ٹورنامنٹ برطانیہ، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، اٹلی اور فرانس میں ہوتے تھے۔ اب پہلی بار پولینڈ میں رکھے گئے تھے، کیونکہ پولینڈ کی کیرم ایسوسی ایشن جو ہماری یوروپین فیملی میں نئی تھی ان دنوں بہت سرگرم تھی۔ اس کے صدر یاکوب نوواکووسکی اور نائب صدر پاؤلینا نوواکووسکا کی قیادت میں وہاں بہت سے کیرم کے کھلاڑے پیدا ہو گئے تھے۔ خصوصاً بچوں اور نوجوانوں میں کافی کام ہو رہا تھا۔ اسی سال میں وہاں کے نیشنل کیرم ٹورنامنٹ میں بحیثیت مہمان شرکت کر کے لوٹا تھا اور کافی متاثر تھا۔ ۱۶ر مارچ کو جب ہم نے برلن میں جرمن چیمپین شپ کا ٹورنامنٹ کیا تو اس میں پولینڈ سے بھی کئی کھلاڑی شرکت کے لیے آئے تھے اور میں نے آئی سی ایف کی امپائرنگ کے لیے یاکوب نوواکووسکی کا امتحان بھی لیا تھا۔

وارسا کے ریلوے اسٹیشن سے ہی مجھے یاکوب نے ریسیو کر لیا۔ جب ہم لینسو میں ٹورنامنٹ کے مقام پر پہنچے تو وہاں پر عمارت کے سامنے ایک بڑا سا میلہ لگا ہوا تھا۔ ایک بڑے میدان میں لاتعداد ہندوستانی اسٹال لگے تھے اور گانے بجانے کے پروگرام ہو رہے تھے۔

مجھے وہ دن یاد آ گیا جب میں وہاں کے ہندوستانی سفیر جگناتھ ڈوڈامنی کی دعوت پر، جن سے برلن میں میری دوستی ہو گئی تھی، وارسا گیا تھا اور ان کی مدد سے پولینڈ کی Non competitive sports کی سرکاری تنظیم کے عہدیداروں سے مل کر کیرم کے فروغ کے

لیے باتیں کی تھیں اور انھوں نے پورے تعاون کا یقین دلایا تھا۔ پھر اس کے ایک سال بعد میں بنگارو بابو کو لے کر وارسا گیا تھا اور اس تنظیم کے عہدیداروں سے انھیں ملایا تھا۔ اس وقت بھی انھوں نے وہاں پر کیرم فیڈریشن قائم کرنے اور آئی سی ایف میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی اور ہمیں Laws of Carrom کا پولش ترجمہ بھی دکھایا تھا جو ان لوگوں نے کیا تھا۔ بعد میں انھوں نے مجھے non competitive sports کے کوچوں کے ایک گرمیوں کے کیمپ میں مدعو بھی کیا تھا جہاں میں برلن سے اوتھماریان نامی ایک کھلاڑی اور اس کی اہلیہ اور چار کیرم بورڈس لے کر وہاں گیا تھا اور کئی دنوں تک کیرم کا مظاہرہ کیا تھا۔ لیکن بعد میں جب پولینڈ میں انقلاب آیا اور وہاں کی حکومت بدلی تو non competitive sports کے وہ عہدیداران بھی نہ جانے کہاں غائب ہو گئے اور پولینڈ میں کیرم پھیلانے کی میری امید خاک میں مل گئی۔ میں نے نہ جانے کتنے خطوط ان لوگوں کو بھیجے مگر کسی کا جواب نہیں آیا۔ مگر اب پولینڈ میں کیرم کی گاڑی زور شور سے چل پڑی تھی اور وہاں یورو کپ ہو رہا تھا۔ جس میں یوروپ کے دس ممالک کے ۱۲۰ کھلاڑی شریک تھے۔

ٹورنامنٹ میں جہاں کھیلوں کا معیار بھی پہلے سے بہتر تھا، وہیں مجھے کئی کم سن کھلاڑیوں کا کھیل کافی پسند آیا۔ ان میں سے کئی نے تو پرانے تجربہ کار کھلاڑیوں کو بھی ہرا دیا۔ ویسے یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ اچھے کھلاڑیوں کے درمیان میچ بہت کانٹے کے ہوئے۔

سنگلس میں بعض اوقات صرف ایک پوائنٹ سے فیصلہ ہوا۔ البتہ فائنل، جو کرنال عابدین اور مرشد خاں کے درمیان ہوا وہ کرنال نے بغیر کسی خاص محنت کے جیت لیا۔ تیسرے مقام پر فرانس کا فابیان پریرا آیا۔

ڈبلس کی ٹرافی سویڈن کے مہدی حسن اور بابو سرون نے برطانیہ کے سنہار علی اور عبدالملک کو ہرا کر جیتی۔ تیسرے مقام پر فرانس کا جوڑا فابیان پریرا اور کیون سیگر رہا۔

ٹیموں کی چیمپین شپ فرانس نے جیتی جس میں پیا ڈوبوئس، مورالے وینو، الفریڈ راجا دورائی اور کمسن وینو راجو تھے۔ دوسری پوزیشن پر برطانیہ اور تیسری پر جرمنی کی ٹیمیں

آئیں۔

۱۶ ویں یورو کپ کا افتتاح ۲۱ رجون کو کھلے میدان پر ایک تقریب میں کیا گیا تھا، جس میں پولش کیرم ایسوسی ایشن کے صدر یاکونوواکوسکی، انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کے صدر عارف نقوی اور لیسنو کے میئر جناب آندرے چیسلاک نے تقریریں کیں۔ یاکوب نے مہمانوں کا استقبال کیا اور اچھی میزبانی کا یقین دلایا، جبکہ عارف نقوی نے وہاں کے انتظامات کی تعریف کرتے ہوئے کیرم کی سماجی اہمیت پر زور دیا۔ لیسنو کے میئر آندرے چیسلاک نے اس بات پر خوشی ظاہر کی کہ کیرم پولینڈ میں بھی مقبول ہو رہا ہے۔ آخری دن جب میچ ختم ہو گئے تو انعامات کی تقسیم کی تقریب کھلے میدان میں ڈائس پر رکھی گئی، جہاں ہندوستانی ناچ گانوں کے پروگرام بھی ہوئے اور آس پاس کے پنڈالوں میں یوگا، حنا، کرکیٹ، کھانے پینے کی چیزیں، تصویری نمائشیں وغیرہ ہوتی رہیں۔ اس موقع پر بھی بولتے ہوئے میں نے پولینڈ کی ایسوسی ایشن کو یورو کپ کی کامیابی پر مبارک باد دی اور انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کی سلور جبلی کی تیاریوں کے بارے میں بتایا، جو دہلی کے قریب گوڑ گاؤں میں ہونے والی تھی۔ میں نے یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے نئے صدر نذرالاسلام کو بھی مبارکباد دی اور امید ظاہر کی کہ وہ ای سی سی کو آگے بڑھائے گا۔

دراصل لیسنو جانے سے قبل ہی میں طے کر چکا تھا کہ اب کسی نئے آدمی کو ای سی سی کی صدارت سونپ دی جائے، جو اسے آگے بڑھائے۔ اب مشکلات بھی اتنی نہیں رہی ہیں جتنی پہلے تھیں۔ چنانچہ یورو کپ کے خاتمے سے قبل جب ای سی سی کی میٹنگ ہوئی تو میں نے اور جنرل سکریٹری الیز امارٹینیلی نے خود ہی ای سی سی کے اپنے عہدوں سے ریٹائر ہونے کا ارادہ ظاہر کیا اور نذرالاسلام کا نام تجویز کیا۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اگلا یورو کپ اس کی کوششوں سے لندن میں ہونے والا تھا۔ ساتھ ہی سوئٹزرلینڈ کے جوزف ماریو کو جنرل سکریٹری چنا گیا۔

□□□

چھٹی عالمی چیمپین شپ

کیرم کی چھٹی عالمی چیمپین شپ ۲۰۱۲ء میں ۳۱/اکتوبر سے ۴/نومبر تک کولمبو میں رکھی گئی تھی۔ ۲۰۱۱ء میں کیونکہ بہت سی ٹیمیں ملیشیا میں آئی سی ایف کپ میں حصہ نہیں لے پائی تھیں اس لیے شری لنکا کے ہمارے ساتھی لینگلی ماتھیاز اور روہنی ماتھیاز کافی پریشان تھے۔ انھیں خدشہ تھا کہ شاید اس بار بھی کم ممالک حصّہ لیں۔ لیکن ہم نے پہلے سے تمام فیڈ ریشنوں سے اچھی خط و کتابت کرلی تھی، جن کے بہت ہی مثبت جواب آئے تھے۔

میں نے برلن میں جرمن چیمپین شپ کے ٹورنامنٹ میں شری لنکا کے سفیر کو بھی مدعو کیا تھا، جن کی کوششوں سے شری لنکا کی ایرلائنس جرمن کھلاڑیوں کو کولمبو کے لیے ہوائی جہاز کے مفت ٹکٹ دینے پر رضامند ہوگئی تھی۔ ہمارے دو ساتھی وولف گانگ اور تھامس نے ذرا کچھ جلدی دکھائی اور پہلے سے ٹکٹ خرید بیٹھے۔ اس لیے وہ اس رعایت کا فائدہ نہ اٹھا سکے۔ صرف برلن کے اسٹیفین نے یہ فائدہ اٹھایا۔ مجھے کیونکہ بعد میں ہندوستان بھی جانا تھا اس لیے میں نے اپنا ٹکٹ الگ سے خریدا۔

میں برلن سے پہلے ٹرین سے فرانکفورٹ پہنچا۔ وہاں ریلوے اسٹیشن سے ہوائی اڈّے تک جانے میں کافی قباحت ہوئی۔

میرے پاس سامان زیادہ تھا۔ اسی سال میرے پیر کا کافی بڑا آپریشن ہو چکا تھا۔ بڑی مشکل سے ہوائی اڈے کے لیے صحیح بس میں بیٹھ سکا۔ پھر ہوائی اڈے پر کافی دیر بھٹکنا پڑا۔ آخر صحیح کاؤنٹر پر پہنچا اور پھر فلائٹ لی۔

کولمبو کے ہوائی اسٹیشن پر مجھے ریسیو کرنے کے لیے ایک صاحب تشریف لے آئے تھے۔ وہ مجھے پہلے ایک ہوٹل میں لے کر گئے۔ ''آج آپ کو یہیں قیام کرنا ہے۔ کل آپ دوسرے ہوٹل میں جائیں گے، جو ٹورنامنٹ کا اصلی وینو ہے۔'' انھوں نے فرمایا۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، کہ ہوٹل کتنے اسٹار کا ہے۔ میں ہر بات کا عادی تھا۔ لیکن جب وہاں پر کنیڈا کے کھلاڑیوں سے ملاقات ہوئی تو وہ اس ہوٹل سے بہت ناخوش تھے اور ہر حالت میں دوسرے ہوٹل میں جانا چاہتے تھے۔ چاہے انھیں اپنے پاس سے اس کا کرایہ ادا کرنا پڑے۔ نتیجہ یہ کہ تھوڑی دیر کے بعد ہم سب کو اس ہوٹل میں پہنچا دیا گیا، جہاں عالمی چیمپین شپ ہونے والی تھی۔ وہاں سوئٹزرلینڈ کا جوزف مایر اور اس کا ایک ساتھی بھی پہلے سے موجود تھے۔

کولمبو میں عالمی چیمپین شپ بہت شاندار رہی۔ ہر طرح کا بہترین بندوبست کیا گیا تھا۔ میرے خیال سے ۱۵ ممالک کے کھلاڑی موجود تھے۔ بہت سے میچ کانٹے کے ہوئے۔ خاص طور سے ہندوستان اور شری لنکا کے کھلاڑیوں کے بیچ۔ شری لنکا کا فرنانڈو تو بہت ہی شاندار کھیلا۔ سنگلس میں اس نے ہندوستان کے کھلاڑی کو ہرا کر تاریخ قائم کی۔

ٹورنامنٹ کے دوران آئی سی ایف کی ایک میٹنگ بھی کی گئی، جس میں بہت سے اہم فیصلے لیے گئے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ آئی سی ایف کی سلور جبلی اگلے سال ۲۰۱۳ء میں ہندوستان میں منائی جائے گی اور ۲۰۱۴ء میں عالمی کپ مالدیپ میں، ۲۰۱۵ء میں آئی سی ایف کپ امریکہ میں اور ۲۰۱۶ء میں ۷/ویں عالمی چیمپین شپ برطانیہ میں ہوں گے۔

چھٹی عالمی کیرم چیمپین شپ کے نتائج:

مردوں کا سنگلس:

۱۔	نشانتا فرنانڈو	(شری لنکا)
۲۔	سی۔ بھارتھیداسن	(بھارت)
۳۔	یوگیش پردیشی	(بھارت)

۴۔ کے۔سری نیواس (بھارت)

۵۔ پرکاش گائکواڈ (بھارت)

۶۔ چامیل کورے (شری لنکا)

۷۔ حفیظ الرحمان (بنگلادیش)

۸۔ منیر الزماں (بنگلادیش)

خواتین کا سنگلس:

۱۔ رشمی کماری (بھارت)

۲۔ ایلاوزھاکی (بھارت)

۳۔ کویتا سوماچھی (بھارت)

۴۔ پریمالادیوی (بھارت)

۵۔ روشیتا جوزف (شری لنکا)

۶۔ یاشیکا راہو بدھا (شری لنکا)

۷۔ مدھوشِکا (شری لنکا)

۸۔ چالانی لکمالی (شری لنکا)

مردوں کی ٹیم:

۱۔ بھارت

۲۔ شری لنکا

۳۔ بنگلادیش

خواتین کی ٹیم:

۱۔ بھارت

۲۔ شری لنکا

۳۔ مالدیپ

مردوں کا ڈبلس:

۱۔ یوگیش پردیشی اور پرکاش گائکواڈ (بھارت)

۲۔ کے۔سری نیواس اور بھارتھیدسن (بھارت)

۳۔ نشانتا فرناندو اور چامیل کورے (شری لنکا)

خواتین کا ڈبلس:

۱۔ رشمی کماری اور ایلا وزھا کی (بھارت)

۲۔ مدھوشیکا اور یاشیکا راہو بدھا (شری لنکا)

۳۔ چالانی لاکمالی اور روشیتا جوزف (شری لنکا)

سوئس لیگ چیمپین شپ:

۱۔ پرکاش گائکواڈ (بھارت)

۲۔ نشانتا فرناندو (شری لنکا)

۳۔ یوگیش پردیشی (بھارت)

انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کی سلور جبلی

عالمی کیرم فیڈریشن کا قیام ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو ہندوستان کے جنوبی شہر مدراس (چینائی) میں عمل میں آیا تھا۔ سن ۲۰۱۳ء میں وہ اپنی پچیسویں سالگرہ منانے جارہی تھی۔ ڈھائی دہائیوں میں اس نے کیرم کو عالمی پیمانے پر پھیلانے میں بہت اہم رول ادا کیا تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ اس کے شایان شان یہ شاندار یوم منایا جائے۔ کولمبو میں عالمی چیمپین شپ کے موقعے پر جب ہم اپنے پروگرام کا منصوبہ بنا رہے تھے تو ایس کے شرمانے، جو آئی سی ایف کے جنرل سکریٹری ہی نہیں بلکہ آل انڈیا کیرم فیڈریشن کے بھی جنرل سکریٹری تھے، اپنی فیڈریشن کی طرف سے یہ پیش کش کی کہ یہ تقریب اکتوبر ۲۰۱۳ء میں ہندوستان میں منائی جائے اور اس کے ساتھ ہی سب ملکوں کے چیمپینوں کا ایک عالمی ٹورنامنٹ کیا جائے۔ اور آئی سی ایف کے بانیوں اور عالمی پیمانے پر کیرم کی مقبولیت کے لیے کام کرنے والوں کو اعزاز بخشا جائے۔ تجویز معقول تھی اس لیے سب نے اس کا خیر مقدم کیا۔

بعد میں جب دن قریب آتے گئے تو میں نے دیکھا کہ شرما جی کچھ پریشان ہیں۔ کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ اس جشن کو چند ہفتوں کے لیے آگے بڑھا دیا جائے۔ لیکن پھر دوسرے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا۔ بقرعید آجاتی اور بعض ممالک کے کھلاڑی نہیں آپاتے۔ دیوالی اور دسہرہ وغیرہ بھی قریب تھے۔ میری رائے تھی کہ ہم اپنی تقریب کو ایک ہفتے سے زیادہ آگے نہیں بڑھا سکتے ہیں۔ اس کی اہمیت ختم ہوجائے گی۔

خیر آل انڈیا کیرم فیڈریشن نے ہمت کر کے ۲۱؍ سے ۲۳؍ اکتوبر کی تاریخ طے کی۔ اب

میرے سامنے ایک دوسرا مسئلہ تھا۔ مجھے حیدرآباد کی عثمانیہ یونیورسٹی نے ایک سیمینار میں اعزازی مہمان کی حیثیت سے انھیں تاریخوں میں مدعو کیا تھا۔ مجھے وہاں ایک مقالہ بھی پڑھنا تھا۔ یونیورسٹی کا کہنا تھا کہ میں وہاں ۲۲؍تاریخ تک ہر قیمت پر پہنچ جاؤں۔ چنانچہ میں نے دہلی سے حیدرآباد کے لیے اپنی فلائٹ بھی بک کرالی تھی۔ اب انھیں تاریخوں میں اے آئی سی ایف نے سلور جبلی کا پروگرام رکھ دیا تھا۔

خیر مجھے اپنا حیدرآباد کا پروگرام منسوخ کرنا پڑا۔ میں برلن سے قطر ہوتا ہوا، جہاں میں نے دو دن قیام کیا، ۱۰؍اکتوبر کو دہلی پہنچا۔

۱۱؍اکتوبر کو دہلی یونیورسٹی کے ذاکر حسین کالج میں ایک بڑے ہال میں میری تازہ کتاب ''کھلتی کلیاں۔ شعری سندیسے'' کی رسمِ اجرا تھی جہاں مجھے بھی بولنا پڑا۔ پھر میں وہاں سے اپنے رشتے داروں سے ملنے کے لیے لکھنؤ چلا گیا۔ لکھنؤ میں اردو کے کلاسیکی مصنف رسوا پر ایک تقریب میں حصہ لیا اور پھر آئی سی ایف کی سلور جبلی کے پروگرام میں شرکت کے لیے گوڑگاؤں آ گیا۔ اس وقت تک جرمنی سے یورگ یوھانس بھی پہنچ گیا تھا۔ ہمیں گوڑگاؤں میں ایک پانچ اسٹار کے شاندار ہوٹل Hotel Plazio میں ٹھہرایا گیا۔ بہت سے ملکوں کے لوگ آ چکے تھے اور خوش تھے۔ لیکن مجھے یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا کہ پاکستان اور بعض دیگر ممالک کے نمائندے وہاں نہیں تھے۔ انھیں شاید ویزا نہیں مل پایا تھا۔

سلور جبلی اور اس سے منسلک چیمپینوں کا چیمپین نامی عالمی ٹورنامنٹ ایک شاندار پروگرام سے شروع ہوا جس میں بہت سے اہم لوگ موجود تھے۔ پروگرام میں ہم نے ارجنٹائن کے شہر بوئینس آئیرس کے اسکولی بچوں کے تیار کیے ہوئے ایک ڈرامے کو بھی اسکرین پر پیش کیا جس کی سی ڈی مجھے وہاں کے میرے ایک ملاقاتی فرناندو نے بھیجی تھی۔ فرنانڈو سے میری دوستی برلن میں ہوئی تھی۔ وہ ہمارے برلن کے کلب میں کیرم کھیلنے آتا تھا۔ بعد میں اس نے اپنے ملک میں لوٹ کر اپنے اسکول میں کئی کیرم بورڈ بنائے اور میرے لکھے ہوئے ڈرامے (امپائر) کا ایک حصہ وہاں کے بچوں اور ٹیچروں کے ساتھ مل کر تیار کیا تھا۔

گوڑگاؤں کے ہمارے فنکشن میں ان بچوں کا یہ ڈرامہ کافی پسند کیا گیا۔

ہمیں جہاں اس سلور جبلی پروگرام پر فخر ہو رہا تھا وہیں یہ معلوم کر کے کہ انٹرنیشنل کیرم فیڈریشن کے بانی سابق جنرل سکریٹری بنگارو بابو، جنھیں ہم نے اعزاز دینے کے لیے چینائی سے مدعو کیا تھا، ان پر راستے میں ٹرین پر ہی فالج کا حملہ ہوا ہے اور انھیں دہلی کے ایک اسپتال میں بھرتی کر دیا گیا ہے۔ اس خبر سے ہمیں سخت افسوس ہوا اور سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

دوسرے دن میں، ایس کے شرما اور دیگر لوگوں کے ساتھ دہلی کے اسپتال میں بابو کو دیکھنے گیا۔ جس وقت میں نے بابو کا ہاتھ چھوا ان کی آنکھوں سے کئی آنسو نکل پڑے۔ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے، لیکن الفاظ ادا کرنے میں مشکل ہو رہی تھی۔ ہم لوگوں نے انھیں تسلی دینے کی کوشش کی۔ ۲۳ ر اکتوبر کو جب اختتامی پروگرام ہوا اور جن لوگوں اور فیڈریشنوں نے عالمی کیرم کی خدمت کی تھی انھیں اعزازی شیلڈ دی گئیں تو پروگرام میں بولتے ہوئے میں نے بنگارو بابو کی خدمات کو خاص طور سے سراہا۔ تقریب میں زوردار کلچرل پروگرام بھی پیش کیا گیا، خصوصاً ایک آرٹسٹ کے ڈانس نے تو سب کو مسحور کر دیا تھا۔ لیکن پروگرام کو پیش کرنے والی خاتون، جو شائد پروفیشنل ہوں گی، کچھ اس قدر چلا چلا کر اور مصنوعی لہجے میں بول رہی تھیں کہ میں بور ہو گیا تھا۔ بعد میں میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ آج کل اسی طرح ماڈریشن کیا جاتا ہے۔ اور میں سوچ رہا تھا، کہ شاید ایسے ماڈریشن کو پسند کرنے کے لیے میں آؤٹ آف ڈیٹ ہو گیا ہوں۔ اب جوانی کا زمانہ نہیں رہا ہے۔ شاید میں آج کے ماحول میں فٹ نہیں ہوں۔

اس رات نہ جانے کیوں مجھے بہت تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ نیند کا غلبہ تھا۔ بعد میں میں یو ہانس یورگ اور بعض دیگر دوستوں کے پاس ہوٹل کے بار میں جا کر بیٹھ گیا اور باتیں کرتے کرتے ایک لمحے کے لیے کہیں اور پہنچ گیا۔ پھر جب مجھ سے سو سے زیادہ سرٹیفکیٹس پر دستخط کرنے کے لیے کہا گیا، تو پتہ نہیں میں نے نیند کی جھونک میں کس طرح دستخط کیے۔

پتہ نہیں کوئی پڑھ بھی پایا ہوگا یا نہیں۔

بہرحال اس میں شک نہیں کہ سلور جبلی کا یہ پروگرام ایس کے شرما اور اے آئی سی ایف کے دیگر لوگوں نے بہت محنت سے تیار کیا تھا اور ہر ایک کے آرام کا خیال کیا تھا۔ وہاں پر ہونے والے میچ بھی عالمی پیمانے کے تھے، جن کے رزلٹ مندرجہ ذیل ہیں:

Champion of Champion International

Tournament 21-23, Oct. 2013

مردوں کا فائنل :

بھارت کے کے۔ سری نیواس نے شری لنکا کے چامل کورے کو ہرایا۔

اسکور: ۱۳-۲۵، ۲۵-۲۲، ۲۵-۱۴

تیسری اور چوتھی پوزیشن:

شری لنکا کے ڈی این فرناندو نے بھارت کے یوگیش پردیشی کو ہرایا۔

اسکور: ۲۴-۲۲، ۲۵-۱۵

سوئس لیگ چیمپین شپ

۱۔ یوگیش پردیشی (کامیاب)

۲۔ نشانتا فرناندو (شری لنکا)

۳۔ رشمی کماری (بھارت)

انٹرنیشنل کیرم ٹورنامنٹ

عالمی چیمپین شپ

نئی دہلی، بھارت ۹ر تا ۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۱ء

کولمبو، سری لنکا ۱۲ر تا ۱۵ر اکتوبر ۱۹۹۵ء

نئی دہلی، بھارت ۶ر تا ۱۰ر نومبر ۲۰۰۰ء

کولمبو، سری لنکا ۵رتا ۹ر اکتوبر ۲۰۰۴ء

کینس، فرانس ۱۳رتا ۱۷ر فروری ۲۰۰۸ء

کولمبو، سری لنکا ۳۱ر اکتوبر تا ۴ر نومبر ۲۰۱۲ء

آئی سی ایف کپ

ہائڈل برگ، جرمنی ۲۲رتا ۲۵ر نومبر ۱۹۸۹ء

لندن، برطانیہ ۱۱رتا ۱۳ر اپریل ۱۹۹۳ء

لیوٹن، برطانیہ ۲۱رتا ۲۳ر جولائی ۱۹۹۷ء

کینس، فرانس ۱۳رتا ۱۶ر جولائی ۲۰۰۳ء

کولمبو، سری لنکا ۱۵رتا ۱۶ر نومبر ۲۰۰۸ء

کوالالمپور، ملیشیا ۹رتا ۱۳ر نومبر ۲۰۱۱ء

عالمی کپ

لیوٹن، برطانیہ ۲۰رتا ۲۳ر اکتوبر ۲۰۰۱ء

نئی دہلی، بھارت ۱۷رتا ۲۱ر نومبر ۲۰۰۶ء

رچ مونڈ، امریکہ ۲۷ر ستمبر تا ۱ر اکتوبر ۲۰۱۰ء

یورو کپ

یورو کپ ۲۰۔۲۱ ستمبر ۱۹۹۱ء، برلن، جرمنی (اس وقت یوروپین کیرم کنفیڈریشن قائم نہیں ہوئی تھی)

یوروپین کیرم کنفیڈریشن کا قیام ۱۸ راگست ۱۹۹۶ء بمقام اُنٹر ایبرین ڈِنگے، سوئٹزرلینڈ

یوروپین کیرم کنفیڈریشن کے زیرِ سایہ یورو کپ

پہلا یورو کپ	۱۹ تا ۲۰ جولائی ۱۹۹۷ء لیوٹن، برطانیہ
دوسرا یورو کپ	پہلی یوروپین چیمپین شپ ۴ تا ۵ جولائی ۱۹۹۸ برلن، جرمنی
تیسرا یورو کپ	۳ تا ۴ جولائی ۱۹۹۹ء زیورچ، سوئٹزر لینڈ
چوتھا یورو کپ	۲۹ تا ۳۰ جولائی ۲۰۰۰ء میسوکورونا، اٹلی
پانچواں یورو کپ	۳۱/ اگست تا ۲ ستمبر ۲۰۰۱ء میلاؤ، فرانس
چھٹا یورو کپ	۵ تا ۶ جولائی ۲۰۰۲ء بون، جرمنی
ساتواں یورو کپ	۲۴ تا ۲۵ جولائی ۲۰۰۳ء لیوٹن، جرمنی
آٹھواں یورو کپ	۲۵ تا ۲۸، ۲۰۰۴ء فلومس برگ، سوئٹزر لینڈ
نواں یورو کپ	۲۶ تا ۲۹ جولائی ۲۰۰۵ء میسا کورونا، اٹلی
دسواں یورو کپ	۲۹ جون تا ۲ جولائی ۲۰۰۶ء روم ڈیڈولان، فرانس
گیارہواں یورو کپ	۱۳ تا ۱۵ جولائی ۲۰۰۷ء ڈورٹ منڈ، جرمنی
بارہواں یورو کپ	۱ تا ۳ اگست ۲۰۰۸ء سٹن، برطانیہ
تیرہواں یورو کپ	۱۱ تا ۱۳ جولائی ۲۰۰۹ء لبینک، سوئٹزر لینڈ
چودہواں یورو کپ	۱۰ تا ۱۴ جون ۲۰۱۰ء روم، اٹلی
پندرہواں یورو کپ	۲۴ تا ۲۶ جون ۲۰۱۱ء وِلے پینٹے (پیرس)، فرانس
سولہواں یورو کپ	۱۵ تا ۱۷ جون ۲۰۱۲ء ڈارم اسٹاڈ، جرمنی
سترہواں یورو کپ	۲۱ تا ۲۳ جون ۲۰۱۳ء وارسا، پولینڈ
اٹھارہواں یورو کپ	۸ تا ۱۰/ اگست ۲۰۱۴ء لندن، برطانیہ

□□□